# سحر البیان

مثنوی میر حسن دہلوی المتوفی سنہ ۱۲۰۱ھ

معہ

دیباچہ مشتمل بر حالات مصنف

جسکو

ڈاکٹر جان گلکرسٹ

کے ایما سے میر شیر علی افسوس نے سنہ ۱۲۱۸ھ م سنہ ۱۸۰۳ء میں لکھا

اور

کالج آف فورٹ ولیم کیلئے سنہ ۱۸۰۵ء میں طبع ہوا

# -OOL-B[illegible]

OR

MUSNUWEE

OF

# MEER HUSUN,

*BEING A HISTORY OF THE PRINCE*

BENUZEER,

IN HINDOOSTANEE VERSE;

---

PUBLISHED UNDER THE PATRONAGE

OF

*THE COLLEGE OF FORT WILLIAM*

IN BENGAL.

---

Calcutta,

PRINTED AT THE HINDOOSTANEE PRESS,

1805.

# مثنوی میر حسن

بسم اللہ الرحمن الرحیم
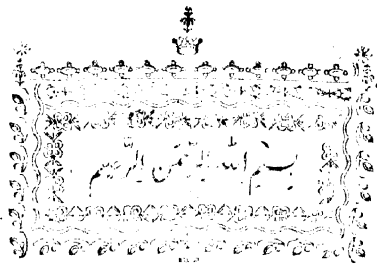
## [illegible] جوسف جانسٹن صاحب

حمد کی لیاقت اُس صانع کو ہے جس نے عناصرِ اربع کو (کہ آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں) اپنی قدرتِ کاملہ سے ربط دیکر ارکان ٹھہرایا اور کیفیتِ متوسطہ پر مرکبات کے اجسام کو بنایا اور انسان کو ہر مخلوق سے شریف تر اور لطیف تر خلق کیا اور نفسِ ناطقہ کے سبب سے بہترا اور فہم کلیات و جزئیات کی حقیقت سے ماہر ہوا یہاں تک کہ تعلیم و تعلّم کا سلیقہ اُسے بخوبی آگیا اور اُس کی زبان میں بھی استعداد ہر لغت کے تلفظ کی جتائی چنانچہ اُس نے حسن اوّل کو پاس رکھا لیا بلکہ سکھا دیا بس لازم ہے کہ اُس کے شکر میں ہمیشہ اپنی زبان گویا رکھے اور اُس کی حمد کو ہر حال میں اپنا ورد کرے

نہ بھول اپنے خالق کو ای دل نہ بھول | کہ یاد اُس کی ہی دونوں جگ کا حصول
اُسی کو مددگار اپنا سمجھ | اُسی کو فقط یار اپنا سمجھ
بُرے وقت میں کوئی اُس کے سِوا | تِرے کام آوے یہہ اِمکان کہا
محبّت سے سب کی اُٹھا اپنا دِل | فقط اُس سے ہی بس لگا اپنا دِل
زبان تیری گویا رہے جب تلک | اور اِمکاں سُخن گا رہے جب تلک
کیا کر ثنائے جہاں آفریں | سُخن کوئی بس اُس سے بہتر نہیں
جو بعد اُس کے منظور ہو کوئی بات | تو کہہ نعت احمد شہِ کائنات

فی الواقع ستودۂ خُدا سب انبیاء و اوصیا ہیں - تعریف اُنکی مُوافِق مقدور ہر ایک کو ضرور ہی - خُصوصاً نعت و منقبت خاتم النبیین اور اُس کے وصی امیر المومنین (علیہما السلام) کی کہ جنکہ اُنھوں ہی نے دُنیا میں ہم گُمراہوں کو راہ ہدایت کی بتلائی کہ ہم نے منزل ایمان کی بہ سہولت پائی - عاقبت میں بھی اُمّید شفاعت کی اور نعماء جنّت کی اُنھیں سے رکھتے ہیں

بھروسا کسی کا نہیں ایک ذرا | ہی اُن کا ہی ہم کو فقط آسرا
نبی و علی اپنے ہیں پیشوا | نبی و علی اپنے ہیں رہنما
اُنھیں سے ہی کونین میں مجھ کو کام | وے مولا ہیں میرے میں اُن کا غلام
دُرود اُن پہ اور اُن کی اولاد پر | بدل بھیجتا ہوں میں شام و سحر

بعد اِس حمد و نعت کے مثنوی سِحرُالبیاں اِسم بامُسمّیٰ ہی کیونکہ اُس کا ہر شِعر اہلِ مذاق کے دلوں کے لُبھانے کو موہنی منتر ہی اور ہر داستان اُس کی سِحر سامری کا ایک دفتر۔ جو چیز کہ حقیقت میں خوب ہوتی ہی۔ وہی طبائع کی مقبول و مرغوب ہوتی ہی۔ راست ہی کہ انداز اُس کا سراپا اعجاز ہی اور وُہ ہر ایک صاحب طبیعت کی دمساز۔ تعریف اُس کی جہاں تک کیجیے بجا ہی کیونکہ فصاحت و بلاغت کا اُس میں ایک دریا بہا ہی۔ احیاناً اگر کسی شِعر میں غلطی یا اُس کی بندش میں سُستی پائی جائے تو قابل نام دھرنے کے اور اعتراض کرنے کے نہیں۔ اِس لیئے کہ جہاں ہُنر کی کثرت ہوتی ہی۔ وہاں عیب اِلتفات شمار میں نہیں آتا اور تعرُّض اُس کا مُنصِف مزاجوں کو نہیں بھاتا۔

بقول شخصے     شِعر گر اعجاز باشد بے بلند و پست نیست

صِلے کا اُس کے ماجرا یہہ ہی کہ نوّاب وزیر اُلممالک آصِفُ الدَّولہ مرحوم نے ایک دوشالہ خاص اپنے اوڑھنے کا دست بُقچے میں سے نِکلوا کر مُصنّف کو عنایت کیا۔ رُتبہ تو اُس کا البتّہ بڑھا پر دِل گھٹ گیا اِس لیئے کہ مطلب دِلی حاصِل نہ ہوا لیکن یہہ کھوٹ صِرف طالع کی ہی کیونکہ مال کھرا خریدار اِتنا بڑا اور سودا خاطر خواہ نہ ہوا بلکہ گھاٹا آیا

## یہ چند سطریں مُصنّف کے حسب و نسب اور احوال میں

مُصنّف اُس کا میر حسنِ دہلوی مُتخلّص بحسن - خلف میر غلام حُسین ضاحک کا - وطن اجداد شہرِ ہرات قومِ سادات ۔ گردشِ فلکی سے اُنھوں نے شہرِ مذکور کو چھوڑا اور دِلّی میں آکر پُرانے شہر کا رہنا اختیار کیا - وہاں یہہ بُزرگ پیدا ہوا بالکہ سِنِّ تمیز کو پہُنچا ۔ دادا اُس عالیقدر کا سُنتے ہیں کہ حاجی و فاضل تھا لیکن باپ کو فضیلت نہ تھی مگر طالبُ العلمی شرح مُلّا تلک پڑھا تھا پر فارسی میں اِستعداد اچّھی تھی بلکہ شعر بھی متین و رنگین گاہے گاہے اُس زبان میں کہتا تھا چُنانچہ یہہ رُباعی طبع زاد اُس کی راقم نے اُسی کی زبانی سنی ہی

| | |
|---|---|
| فریاد دِلا کہ غمگُساراں رفتند | یعنی بدنان و کاہداراں رفتند |
| چوں بوئے گُل آمدند بر باد سوار | در خاک چو قطرہائے باراں رفتند |

قصیدہ بھی ایک آدھ اُس مغفور کا رُتبہ دار دیکھا ہے لیکن ہزل پر ازبسکہ مزاج مرغوب تھا غزل کہنی ترک کی تھی ۔ قیامت ہنس مُوز اور ٹھٹھول تھا - تخلّص اُس کا اِس پر دال ہی پر ظاہر نہایت ثقہ اور مُتشرّع - اکثر عمّامہ عربی سبز سر پر بندھا رہتا تھا اور جامہ کم گھیر اہل پٹنی کا

گالے میں ۔ داڑھی متوسّط۔ لبیں لمبی ہوئیں۔ قد میانہ گندم گوں لیکن میر حسن داڑھی مُنڈواتے تھے پر جامہ نیمہ اُن کا بھی ویساہی تھا۔ اور پگڑی کی بندش قدیم ہندوستان زادوں کی سی۔ قد لنبا تھا اور رنگ گندمی ہرچند وضع تو ایسی تھی پر شوخ مزاج و لطیفہ گو وے بھی تھے نہ ہزال و فحاش۔ سوائے اِس کے بُردباری اور ملنساری اُن کی خلقت میں تھی۔ کسی کو میں نے اُس عزیز سے شاکی نہیں پایا اور بیزار نہیں دیکھا طبع اُس کی موزون طفولیّت سے تھی۔ شعر کی طرف رغبت رکھتا تھا اکثر خواجہ میر درد کی صُحبت سے مُستفید۔ شاہجہان آباد میں لڑکائی کے بیچ ہواہی۔ بعد برہم ہونے سلطنت کے شہر مذکور سے مجبور اپنے والد کے ساتھ صوبۂ اودھ میں آیا۔ سُکونت فیض آباد میں اختیار کی۔ علاقہ روزگار کا نوّاب سالار جنگ بہادُر مرحوم کی سرکار میں بہم پُہنچایا مُصاحب مرزا نوازش علی خان بہادر سردار جنگ (دام ثروتہٗ) کا ہوا مرزائے موصوف بڑا بیٹا نوّاب مغفور کا ہی۔ خُدا اُسے سلامت رکھے کہ اشعار سے اُسے رغبت اور شُعرا سے محبّت ہی چُنانچہ میر مذکور کو بھی اُس نے اپنا جلیس و انیس کیا تھا اور وُہ تھا بھی اُسی لائق اگرچہ علم عربی مُطلق اُسے نہ تھا۔ ہاں فارسیّت تھی بلکہ جستہ جستہ شعر یا کوئی رُباعی کبھو کہہ بھی لیتا تھا لیکن علم مجلِس میں بے بدل اور شعر ہندی

میں اکمل تھا- مشقِ سخن اُس نے اُسی مُلک میں میر ضیاءُالدّین ضیا
تخلُّص سے (کہ ہم مشق مرزا رفیعُ السّوداؔ اور میر تقی کے تھے) کی تھی۔ سِوائے اُن کے
مرزا مرحوم سے بھی اُن کی غیبت میں اکثر اوقات اصلاح لی تھی- چُنانچہ اُس
کا اقرار راقم کے سامھنے کیا ہی۔ غرض میر مرحوم صاحب دیوان ہی غزل
رُباعی مثنوی مرثیئے میں سلیقہ نہایت خوب رکھتا تھا بلکہ سِوائے قصیدے
کے ہر قسم کی نظم پر قادر تھا سچ تو یہہ ہی کہ ادا بندی کا حق اُنّے خوب ادا کیا
اور انداز کا شعر کِس خوبی سے کہا (خُدا ایشں بیامرزد) راقم کو اُس سے
دوستی دِلی تھی کبھو خفگی و رنجِش باہم نہیں ہوئی حالانکہ اُسی سرکار میں
میں بھی نوکر اور اُسی صاحب زادے کا ہمنشیں تھا دس برس تک دن
رات ایک جگہہ رہے بلکہ اکثر آپس میں غزلیں طرح ہوئیں اور صُحبتیں شعر
کی رہیں لیکن نہ بطورِ استفادے کے جیسا کہ نوّاب علی ابراہیم خانِ مغفور
نے بے تحقیق اپنے تذکِرے میں لِکھا ہی صاف اُس سے معلوم ہوتا ہی کہ میں نے
مشورہ سخن کا اُس مرحوم سے بھی کیا ہی اگر یہہ بات حقیقت میں ہوتی
تو کُچھہ عیب نہ تھا- ہر گاہ حقیر میر حیدر علی حیران کی شاگردی کا مُقِر ہی
باوُجود اِس کے کہ شاعری اُن کی میر حسن سے زیادہ نہ تھی- پھر کِس
لیئے اِس بات کا اِنکار کرنا قاعِدہ یہی ہی کہ ایک سے سیکھتے ہیں اور

دوسرے کو سکھاتے ہیں لیکن جھوٹھی بات پر اقرار نہیں کیا جاتا اور سچی سے انکار نہیں ہو سکتا۔ آخر۔ چرخ تفرقہ پرداز نے باہم تفرقہ ڈالا اتفاقاً میرا روزگار سن گیارہ سی ننانوے میں صاحب عالم مرزا جواں بخت کی سرکار میں ہوا میں اُن کے ہمراہ بنارس میں آیا۔ بعد اُس کے اُس بزرگ کو آخر ذیحج سن بارہ سی ہجری میں مرض الموت لاحق ہوا اندان غرہ محرم کو (کہ سن بارہ سو ایک شروع ہو چکے تھے) اس دار فانی سے اُس نے سیر اے جاودانی کو کوچ کیا اور شہر لکھنؤ میں مفتی گنج کے بیچ مرزا قاسم علیخان بہادر دائم ظلہ کے باغ کے پیچھے مدفون ہوا۔ خدائے کریم اُس کو یہاں دار السلام عطا کرے اور وہاں قصر جنت بخشے

---

عدم سے مسافر جو آیا ہی یہاں | مقرر وہ جاویگا ایک روز وہاں۔
رہے جگ میں ہر چند وہ ہر کہیں | پر اُس کا ٹھکانا ہی زیر زمیں
نہ غفلات میں اپنی تو اوقات کھو | ارے بیخبر جاگتے میں نہ سو
جہاں میں تو مہمان ہی چند روز | ترے جسم میں جان ہی چند روز
یہ مہلت غنیمت ہی کر لے وہ کام | کہ جس سے رہے تا ابد نیک نام

فی الواقع نیک نامی بھی عجب چیز ہی انسان کا نام اُسی سے دُنیا میں

رہتا ہی با کلام و اولاد سے - سو وہ خوش نصیب یے دونوں اُس سمیت چھوڑ گیا - چار بیٹے فضلِ الٰہی سے اُس کے ابتک موجود ہیں تین شاعر ہوئے . بود و باش اُنھوں نے فیض آباد میں اختیار کی - معاش نوکری پر ہی چُنانچہ میر مستحسن خلیق تخلّص اور میر مُحسن مُحسن تخلّص مرزا تقی بہو بیگم صاحب مادرِ آصف الدّولہ مدّ ظلّہا کے داماد کے رفیق ہیں اور میر احسن خُلق تخلّص داراب علیخان ناظر کے ساتھہ ہی - یہہ اور خلیق - دونوں صاحبِ دیوان ہیں شعر اپنے باپ کے ہی انداز پر کہتے ہیں لیکن خلیق کا سررشتہ اصلاح کا میاں مُصحفی (سلمہ اللہ) سے تعلّق رکھتا ہی خُدا اُسے اور اُنھیں سلامت رکھے یے چند فقرے بطورِ دیباجہ زُبدۂ نوئینانِ عالیشان مُشیرِ خاص شاہِ کیوان بارگاہِ انگلستان مارکویس ولزلی لارڈ گورنر بہادر دام اقبالہ کے عہد میں کہ بارہ سے اٹھارہ ہجری مُطابقِ سن اٹھارہ سے تین عیسوی کے ہیں حسبُ الارشاد صاحب والا مُناقب جان گلکرسٹ بہادر مُدرّسِ ہندی دام دولتہٗ کے اِس عاصی نے لکھے اور اُن کو اِس مثنوی کا ضمیمہ کیا

~

بسم اللہ الرحمن الرحیم
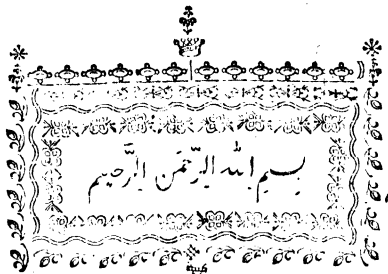
کروں پہلے توحیدِ یزداں رقم | جھکا جس کے سجدے کو اوّل قلم
سرِ لوح پر رکھہ بیاضِ جبیں | کہا دوسرا کوئی تجھہ سا نہیں
قلم پھر شہادت کی انگلی اٹھا | ہوا حرف زن یوں کہ ربّ العلا
نہیں کوئی تیرا نہونا شریک | تیری ذات ہی وحدہٗ لا شریک
پرستش کے قابل ہی تو ای کریم | کہ ہی ذات تیری غفور و رحیم
رہِ حمد میں تیری عزّ و جل | تجھے سجدہ کرتا چلوں سر کے بل
وہ الحق کہ ایسا ہی معبود ہی | قلم جو لکھے اُس سے افزود ہی
سبھوں کا وہی دین و ایمان ہی | ہے دل ہیچ تمام اور وہی جان ہی
ترو تازہ ہی اُس سے گلزارِ خلق | وہ ابرِ کرم ہی ہوا دارِ خلق

اگرچہ وہ بے فکر و غیور ہی — ولے پرورش سب کی منظور ہی
کسی سے بر آوے نہ کچھ کام جان — جو وہ مہربان ہو تو کل مہربان
اگرچہ یہاں کہا ہی اور کہا نہیں — پھر اُس بن تو کوئی کسی کا نہیں
موئے پر نہیں اُس سے رفت وگذشت — اُسی کی طرف سب کی ہی بازگشت
رہا کون اور کس کی بابت رہی — موئے اور جیتے وہی ہی وہی
نہاں سب میں اور سب میں ہے آشکار — یہ سب اُس کے عالم ہیں ہژدہ ہزار
ورے سب ہیں اُس سے وہ سب سے پیش — ہمیشہ سے ہی اور رہیگا ہمیش
چمن میں ہی وحدت کے یکتا وہ گُل — کہ مشتاق ہیں اُس کے سب جزو و کُل
اُسی سے ہی کعبہ اُسی سے کنشت — اُسی کا ہی دوزخ اُسی کی بہشت
جسے چاہے جنت میں دیوے مقام — جسے چاہے دوزخ میں رکھے مدام
وہ ہی مالکُ الملکِ دُنیا و دیں — ہی قبضے میں اُس کے زمان و زمیں
سدا بے نمودوں کی اُس سے نمود — دلِ بستگاں کی ہی اُس سے کشود
اُسی کی نظر سے ہی ہم سب کی دید — اُسی کے سخن پر ہی سب کی شنید
وہی نور ہی سب طرف جلوہ گر — اُسی کے یہ ذرے ہیں شمس و قمر
نہیں اُس سے خالی غرض کوئی شی — وہ کچھ شی نہیں پر ہر ایک شی میں ہی
نہ گوہر میں ہی وہ نہ ہے سنگ میں — ولیکن چمکتا ہی ہر رنگ میں

وُہ ظاہر میں ہرچند ظاہر نہیں ‖ یہ ظاہر کوئی اُس سے باہر نہیں
تامّل سے کیجے اگر غور کچھ ‖ تو سب کچھ وُہی ہی نہیں اور کچھ
اُسی گُل کی بو سے ہے خوشبو گلاب ‖ بھرے ہی لیئے ساتھ دریا حُباب
پر اُس جوش میں آکے بہنا نہیں ‖ سمجھنے کی ہی بات کہنا نہیں
قلم گو زبان لاوے اپنی ہزار ‖ لکھے کس طرح حمدِ پروردگار
کہ عاجز ہی یہاں انبیا کی زبان ‖ زبانِ قلم کو یہہ قدرت کہاں
اِس عُہدے سے کوئی بھی نکلا کہاں ‖ سوا عجز در پیش یہاں کچھ نہیں
وُہ معبود یکتا خُدائے جہاں ‖ کہ جس نے کیا کُن میں کون و مکاں
دیا عقل و ادراک اُس نے ہمیں ‖ کیا خاک سے پاک اُس نے ہمیں
پیغمبر کو بھیجا ہمارے لیئے ‖ وصی اور امام اُس نے پیدا کیئے
جہاں کو اُنھوں نے دیا انتظام ‖ بُرائی بھلائی سُجھائی تمام
دِکھائی اُنھوں نے ہمیں راہِ راست ‖ کہ تا ہو نہ اُس راہ کی باز خواست
سو وُہ کون سی راہ شرعِ نبی ‖ کہ رستے کو جنّت کے سیدھی گئی

## نعت حضرت رسالت پناہ کی

نبی کون یعنے رسولِ کریم ‖ نبوت کے دریا کے دُرِّ یتیم
ہوا جو کہ ظاہر میں اُمّی لقب ‖ پہ علمِ لدُنّی کھلا دل پہ سب

بغیر از لکھے اور کئیے بے رقم — چلی حکم پر اُس کے لوح و قلم

ہوا علم دین اُس کا جو آشکار — گذشتہ ہوئے حکم تقویم پار

اُٹھا کفر و اسلام ظاہر کیا — بتوں کو خدائی سے باہر کیا

کیا حق نے نبیوں کا سردار اُسے — بنایا نبوت کا حقدار اُسے

نبوت ہوئی اُس پہ حق نے تمام — لکھا اشرف الناس خیر الانام

بنایا سمجھ بوجھ کر خوب اُسے — خدا نے کیا اپنا محبوب اُسے

کہوں اُس کے رتبے کا کیا میں بیاں — کھڑے ہوں جہاں باندھ صف مرسلاں

مسیح اُس کی سرکار کا بار دوز — تجلی طور اُس کی مشعل فروز

خلیل اُس کے گلزار کا باغباں — سلیماں سے کئی چوبدار اُس کے یہاں

خضر اُس کی سرکار کا آبدار — زرہ ساز داؤد سے دس ہزار

محمد کی مانند یک دین نہیں — ہوا ہی نہ ایسا نہ ہو گا کہیں

یہ تھی رمز جو اُس کے سایہ نہ تھا — کہ رنگ دوئی واں تک آیا نہ تھا

نہ ہونے کے سائے کا تھا یہ سبب — ہوا صرف پوشش میں کعبے کی سب

وہ قد اِس لئیے تھا نہ سایہ فگن — کہ تھا کُل وہ یک معجزے کا بدن

بنا سایہ اُس کا لطیف اِس قدر — نہ آیا لطافت کے باعث نظر

عجب کیا جو اُس گل کا سایہ نہ ہو — کہ تھا وہ گلِ قدرتِ حق کی بو

خوشی آیا نہ سائے کو ہونا جُدا
اُسی نورِ حق کے رہا زیرِ پا

نہ ڈالی کِسی شخص پر اپنی چھانو
کِسی کا نہ مُنہہ دیکھا دیکھہ اُس کے پانو

وُہ ہوتا زمیں گیر کیا فرش پر
قدم اُس کے سائے کا تھا عرش پر

نہ ہونے کے سائے کی ایک وجہہ اور
مُجھے خوب سوجھی یہ ہی شرط غور

جہاں تک کہ تھے یہاں کے اہلِ نظر
سمجھہ سایہ نور کُحلُ البصر

سبھوں نے لیا پُتلیوں پر اُٹھا
زمیں پر نہ سائے کو گرنے دیا

سیاہی کی پُتلی کا ہی یہہ سبب
وہی سایہ پھرتا ہی آنکھوں میں اب

اگر نہ یہ تھی چشم اپنی کہاں
اُسی سے یہہ روشن ہی سارا جہاں

نظر سے جو غائب وُہ سایہ رہا
ملایک کے دِل میں سمایا رہا

نہیں ہمسر اُس کا کوئی جُز علی
کہ بھائی کا بھائی وصی کا وصی

ہوئی جو نُبوّت نبی پر تمام
ہوئی ہر نِعمت اُس کے وصی پر تمام

## منقبت حضرت امیرالمومنین کی

علی دین و دُنیا کا سردار ہی
کہ مُختار کے گھر کا مُختار ہی

دیار امامت کے گُلشن کا گُل
بہارِ ولایت کا باغ سُنبُل

علی رازدارِ خُدا و نبی
خبر دارِ سِرِّ خفی و جلی

علی بندۂ خاص درگاہِ حق | علی سالکِ رہ روِ راہِ حق
علیِ ولیِ ابنِ عمِّ رسول | لقب شاہِ مردان و زوجِ بتول
کہے یوں جو چاہے کوئی بیتر سے | پہ نسبت علی کو نہیں غیر سے
خدا نفسِ پیغمبرش خواندہ است | دگر افضلیّت بکس ماندہ است
یہاں بات کی بھی سمائی نہیں | نبی و علی میں جدائی نہیں
نبی و علی ہر دو نسبت بہم | دو تا و یکے چوں زبانِ قلم
علی کا عدو دو زخی دو زخی | علی کا محب جنّتی جنّتی
نبی اور علی فاطمہ اور حسن | حسین ابنِ حیدر یہے ہیں پنج تن
ہوئی اُن پہ دو جگ کی خوبی تمام | اُنھوں پر درود اور اُنھوں پر سلام
علی سے لگا تا بمہدیِ دیں | یہے ہیں ایک نورِ خدائے بریں
اُنھوں سے ہی قایم اِمامت کا گھر | کہ بارہ ستون ہیں یہ اِثنا عشر
صغیرہ کبیرہ سے یہ پاک ہیں | حسابِ عمل سے یہ بے باک ہیں
ہوا یہاں سے ظاہر کمالِ رسول | کہ بہتر ہوئی سب سے آلِ رسول

سلام اُن پہ جو اُن کے اصحاب ہیں | وہ اصحاب کیسے کہ احباب ہیں
خُدا نے اُنھوں کو کہا مومنیں | وہ ہیں زینتِ آسمان و زمیں

خدا اُن سے راضی رسول اُن سے خوش ‖ علی اُن سے راضی بتول اُن سے خوش

ہوئی فرض اُن کی ہمیں دوستی ‖ کہ ہیں دل سے دو جاں نثارِ نبی

## مُناجات

الٰہی بحقِ رسولِ امین ‖ بحقِ علی و باصحابِ دین

بحقِ بتول و بآلِ رسول ‖ کروں عرض جو میں سو ہووے قبول

الٰہی میں بندہ گنہگار ہوں ‖ گناہوں میں اپنے گرفتار ہوں

مجھے بخشیو میرے پروردگار ‖ کہ ہے تو کریم اور [illegible]

میری عرض یہ ہے کہ جب تک جیوں ‖ شرابِ محبت کو تیری پیوں

سوا تیری اُلفت کے اور سب ہی ہیچ ‖ یہی ہو نہ ہو اور کچھ ایچ پیچ

جو غم ہو تو ہو آلِ احمد کا غم ‖ سوا اُس الم کے نہ ہو کچھ الم

رہے سب طرف سے مرے دل کو چین ‖ بحقِ حسن اور بحقِ حسین

[illegible]ی سے نکرنی پڑے التجا ‖ تو کر خود بخود میری حاجت روا

صحیح اور سالم سدا مجھ کو رکھ ‖ خوشی سے ہمیشہ خدا مجھ کو رکھ

میری آل اولاد کو شاد رکھ ‖ مرے دوستوں کو تو آباد رکھ

میں کھاتا ہوں جس کا نمک ای کریم ‖ سدا رحم کر اُن پہ تو ای کریم

جیوں آبرو اور حرمت کے ساتھ ‖ رہوں میں عزیزوں میں عزت کے ساتھ

بر آویں مرے دین و دُنیا کے کام || بحقِ محمّد علیہ السلام

## تعریف سُخن کی

پلا مجھ کو ساقی شرابِ سُخن || کہ مفتوح ہو جس سے بابِ سُخن

سُخن کی مجھے فکر دن رات ہے || سُخن ہی تو ہے اور کیا بات ہے

سُخن کے طلبگار ہیں عقلمند || سُخن سے ہی نامِ نکویاں بلند

سُخن کی کریں قدر مردانِ کار || سُخن نام اُن کا رکھے برقرار

سُخن سے وہی شخص رکھتے ہیں کام || جنھیں چاہیے ساتھ نیکی کے نام

سُخن سے سلف کی بھلائی رہی || زبانِ قلم سے برائی رہی

کہاں رُستم و گیو و افراسیاب || سُخن سے رہی یادیہ نقلِ خواب

سُخن کا صلہ یار دیتے رہے || جواہر سدا مول لیتے رہے

سُخن کا سدا گرم بازار ہے || سُخن سنج اُس کا خریدار ہے

رہے جب تلک داستانِ سُخن || الٰہی رہے قدردانِ سُخن

## مدحِ شاہ عالم بادشاہ کی

خدیوِ فلک شاہِ عالی گہر || زمین نور ہوں جس کے شمس و قمر

جہاں اُس کے پرتو سے ہے کامیاب || وہ ہے برجِ اقلیم میں آفتاب

اُسی مہر سے ہے منور یہ ماہ || جہاں ہووے اور ہو جہاں دار شاہ

وہ مہرِ منوّر یہہ ماہِ منیر || اور اُس کا یہہ نجمِ سعادت وزیر

## مدح وزیر آصفُ الدّولہ کی

فلک رتبہ نوّابِ عالی جناب | کہ ہی آصفُ الدّولہ جس کا خطاب

وزیرِ جہاں حاکمِ عدل وداد | ہی آبادیِ مُلک جس کی مُراد

جہاں معدلت سے اُس کے آباد ہی | غریبوں فقیروں کا دِل شاد ہی

پھرے بھاگتا موز سے فیلِ مست | زبَر دست ظالم پہ ہی زیر دست

کتاں پر کرے مہ اگر بد نظر | تو آدھا اِدھر ہووے آدھا اُدھر

کِسی کا اگر مُفت لے زُلف دِل | تو کھایا کرے پیچ وہ مُتّصل

وہ اِنصاف سے جو گذرتا نہیں | کِسی پر کوئی شخص مرتا نہیں

تو ہو باگ بکری میں کچھ گفت وگو | اگر اُس کا چیتا نہووے کبھو

گر آواز سُن صید کی کُچھ کہے | تو باز آے چپک کہ بحری رہے

پھرے شمع کے گرد گر آکے چور | صبا کھینچ لیجاوے اُس کو بہ زور

نہ لے جب تلک شمع پروانگی | پتنگے کے پر کو نہ چھیڑے کبھی

اگر آپ سے اُس پہ وہ آگرے | تو فانوس میں شمع چھپتی پھرے

گر احیاناً اُس کے جلائیں بال وپر | تو گُلگیر لے شمع کا کاٹ سر

[illegible] عدل کی جو طرح یاد ہی | کِسے یاد ہی یہہ خُدا داد ہی

ستم اُس کے ہاتھوں سے رویا کرے
سدا فتنۂ دہر سویا کرے

گھروں میں فراغت سے سوتے ہیں سب
پڑے گھر میں چور اپنے روتے ہیں سب

وُہ ہی باعثِ امن خورد و کلاں
کہ ہی نام سے اُس کے مُشتق اماں

بیانِ سخاوت کروں گر رقم
تو دُر ریز کاغذ پہ ہووے قلم

نظر سے تو جُھہ کی دیکھا جدھر
دیا مثلِ نرگس اُسے سیم و زر

سخاوت یہہ ادنی سے ایک اُس کی ہی
کہ ایک دن دوشالے دئیے سات سی

یہہ ہوا اُس کے ہی اور یہہ داستاں
کہ ہو جس پہ قربان حاتم کی جاں

ہوئی کم جو ایک بار کچھہ برشکال
گرانی سی ہونے لگی ایک سال

غریبوں کا دم سا نکلنے لگا
تو گُل کا بھی پاؤں چلنے لگا

وزیرُ الممالک نے تدبیر کر
خُدا کی دیا راہ پر مال و زر

محلّے محلّے کیا حُکم یہہ
کہ بادے سے اِس غم کے کھولیں گرہ

یہہ چاہا کہ خلقت کسی ڈھب جئیے
ٹکے لاکھہ لاکھہ ایک دن میں دئیے

یہہ لغزش پڑی مُلک میں جو تمام
لیا ہاتھہ نے اُس کے گِرتوں کو تھام

فقیروں کی بھی یہاں تلک تو بنی
کہ یکایک یہاں ہو گیا ہی غنی

یہہ کیا دخل آواز دے جو گدا
چٹکنے کی گُل کے نہ ہووے صدا

قدح لیکے نرگس جو ہووے کھڑی
تو صحبات سے جاوے زمین پر گری

نہو اُس کا شایاں جو ابرِ کرم — اثر ابرِ نیساں سے ہووے عدم
ہر ایک کام اُس کا جہاں کی مُراد — فلاطوں طبیعت ارسطو نژاد
جب ایسا وہ پیدا ہوا ہی بشر — تب اُس کو دیا ہی یہہ کچھہ مال و زر
لکھوں گر شجاعت کا اُس کی بیاں — قلم ہو مرا رُستمِ داستاں
غضب سے وُہ ہاتھہ اپنا جس پر اُٹھاے — اجل کا تماچا قسم اُس کی کھاے
کرے جس جگہہ زور اُس کا نمود — دِل آہن کا اُس جا پہ ہووے کبود
چلے تیغ گر اُس کی روزِ مصاف — نظر آوے دُشمن کا میدان صاف
اگر بیچیائی سے کوئی عدو — ملا دیوے اُس تیغ سے مُنہہ کبھو
تو ایسے ہی کھا کر گرے سر کے بل — کہ سر پر کھڑی اُس کے روٓوے اجل
نہو کیوں کہ وُہ تیغ برق غضب — کہ بُرّش کی تشدید جوہر ہیں سب
لگاوے اگر کوہ پر ایک وار — گذر جاے یوں جیسے صابن میں تار
ہوئی ہمقسم اُس سے تیغ اجل — نکل آوے یہہ گر پڑے وو اُگل
غضب سے غضب اُس کے کانپا کرے — تہوّر بھی ہیبت سے اُس کی ڈرے
اور اُس زور پر ہی یہہ حلم و حیا — کہ ہی خُلق کا جیسے دریا بہا
جہاں تک کہ ہیں علم و کسب و کمال — ہر ایک فن میں ماہر ہی وُہ خوشخصال
[illegible] داں و سخن سنج شیریں زبان — وزیرِ جہاں و وحید زماں

سخن کی نہیں اُس سے پوشیدہ بات | غوامض ہیں سب سہل اُس کے نکات
سلیقہ ہر ایک فن میں ہر بات میں | نکلتی نئی بات دن رات میں
سدا سیر پر اور تماشے پہ دل | کشادہ دلی اور خوشی متصل
نہ ہو اُس کو کیونکر ہوائے شکار | تہوّر شعاروں کا ہی یہہ شعار
دلیروں کو ہیں ہی دلیروں سے کام | کہ رہتا ہی شیروں کو شیروں سے کام
شہاں را ضرور است مشق شکار | کہ آید بپئے صید دلہا بکار
کھلے بند جتنے ہیں صحرا میں صید | ہیں نوّاب کے دام اُلفت میں قید
ز مہرش دل آہواں سوختہ | بفتراک او چشمہا دوختہ
شجاعت کا ہمّت کا یہہ کام ہی | درم ہاتھہ میں ہی کہ یا دام ہی
نہ ہوتا اگر اُس کو عزم شکار | درندوں سے بچتا نہ شہر و دیار
نہ بچتے جہاں بیچ خورد و بزرگ | یہہ ہو جاتے سب لقمۂ شیر و گرگ
یہ انسان پر اُس کا احسان ہی | کہ بے خوف انسان کی جان ہی
بنائی جہاں اُس نے نخچیر گاہ | رہے صید واں آکے شام و پگاہ
رکھا صید بحری پہ جس دم خیال | لیا پشت پر اپنی ماہی نے جال
مگر اپنا دیتے ہیں جی جان کر | کہ تاپو پہ گرتے ہیں آن آن کر
یہ سمجھو نکلتے ہیں دریا میں سوس | خوشی سے اچھلتے ہیں دریا میں سوس

پرندوں کا دِل اُس طرف ہی لگا | پرندوں کو رہتی ہی اُس کی ہوا
پتنگوں کا ہی بلکہ چِنتا یہی | کبھو آ بندھاوے ہماری وہی
کھڑے ارنے ہوتے ہیں سر جوڑ جوڑ | کہ جی کون دیتا ہی بد بد کے ہوڑ
خبر اُس کی سُن کر نہ گینڈا چلے | کہ ہاتھی بھی ہو مست اینڈا چلے
جو کچھہ دِل میں گینڈے کے آوے خیال | تو بھاگے اُس آگے سپر اپنی ڈال
اِطاعت کے حلقے سے بھاگے جو فیل | پلک اُس کی آنکھوں میں ہو تفتہ میل
سو وہ تو اِطاعت میں یکدست ہیں | نشے میں محبت کے سب مست ہیں
اُسی کے لیئے گو کہ ہیں وے پہاڑ | قدم اپنے رکھتے ہیں سب گاڑ گاڑ
کہ شاید مُشرّف سواری سے ہوں | سرافراز چلکر عماری سے ہوں
چاں جب یہہ کچھہ ہوویں حیوان کے | تو پھر حق بجانب ہی اِنسان کے
کِسے ہو نہ صُحبت کی اُس کی ہوس | ولے کہا کریں جو نہ ہو دسترس
فلک بارگاہا! ملک در گہا | جُدا میں جو قدموں سے تیرے رہا
نہ کچھہ عقل نے اور تدبیر نے | رکھا مجھہ کو محروم تقدیر نے
پر اب عقل نے میرے کھولے ہیں گوش | دیا ہی مدد سے تیری مجھہ کو ہوش
[illegible] میں تیک کہانی بنا کر نئی | دُرِ فکر سے گوندھہ لڑیاں کئی
آیا ہوں خدمت میں بہرِ نیاز | یہہ اُمید ہی پھر کے ہوں سر فراز

میرے عذرِ تقصیر ہوویں قبول | بہ حقِ علی و بہ آلِ رسول
رہے جاہ و حشمت یہہ تیری مدام | بحقِ محمد علیہ السلام
رہیں شاد و آباد سب خیر خواہ | پھریں اِس گھرانے کے دُشمن تباہ
اب آگے کہانی کی ہی داستاں | ذرا سُنیو دِل دیکے اُس کا بیاں

## آغازِ داستان

کِسی شہر میں تھا کوئی بادشاہ | کہ تھا وُہ شہنشاہِ گیتی پناہ
بہت حشمت و جاہ و مال و منال | بہت فوج سے اپنی فرخندہ حال
کئی بادشاہ اُس کو دیتے تھے باج | خطا اور خُتن سے وُہ لیتا خراج
کوئی دیکھتا آکے جب اُس کی فوج | تو کہتا کہ ہی بحرِ ہستی کی موج
طویلے کے اُس کے جو ادنیٰ تھے خر | اُنھیں نعل بندی میں ملتا تھا زر
جہاں تک کہ سرکش تھے اطراف کے | وُہ اُس شہ کے رہتے تھے قدموں لگے
رعیت تھی آسودہ و بے خطر | نہ غم مفلسی کا نہ چوری کا ڈر
عجب شہر تھا اُس کا مینو سواد | کہ قدرت خدائی کی آتی تھی یاد
لگے تھے ہر ایک جاپہ واں سنگ و خشت | ہر ایک کوچہ اُس کا تھا رشکِ بہشت
زمیں سبز و سیراب عالم تمام | نظر کو طراوت وہاں صُبح و شام
کہیں چاہ منبع کہیں حوض و نہر | ہر ایک جاپہ آبِ لطافت کی لہر

عمارت تھی گچ کی وہاں بیشتر ۔۔۔ کہ گذرے صفائی سے جس پر نظر
کروں اُس کی وسعت کا کیا میں بیاں ۔۔۔ کہ جوں اِصفہاں تھا وہ نصفِ جہاں
ہنرمند واں اہلِ حرفہ تمام ۔۔۔ ہر ایک نوع کی خلق کا ازدحام
جہاں تک کہ رستے تھے بازار کے ۔۔۔ کہے تو کہ تختے تھے گلزار کے
یہہ دلچسپ بازار تھا چوک کا ۔۔۔ کہ ٹھہرے جہاں بس وہیں دل لگا
وہ پختہ دوکانوں کی دیوار و در ۔۔۔ سفیدی پہ جس کی نہ ٹھہرے نظر
صفا پر جو اُس کے نظر کر گئے ۔۔۔ اُسے دیکھہ کر سنگ مرمر گئے
کہوں قلعے کی اُس کے کیا میں شکوہ ۔۔۔ گئے دب بلندی کو دیکھہ اُس کی کوہ
وہ دولت سرا خانۂ نور تھا ۔۔۔ سدا عیش و عشرت سے معمور تھا
ہمیشہ خوشی رات دن سیرِ باغ ۔۔۔ نہ دیکھا کسی دل پہ جز لالہ داغ
سدا عیش و عشرت سدا اک ورنگ ۔۔۔ نہ تھا زیست سے کوئی اپنی بتنگ
غنی واں ہوا جو کے آیا تباہ ۔۔۔ عجب شہر تھا وہ عجب بادشاہ
نہ دیکھا کسی نے کوئی واں فقیر ۔۔۔ ہوئے اُس کی دولت سے گھر گھر امیر
کہاں تک کہوں اُس کا جاہ و حشم ۔۔۔ محل و مکاں اُس کا رشکِ ارم
[illegible]وں سے صحبت اُسے ۔۔۔ سدا جامہ زیبوں سے رغبت اُسے
[illegible]وں پری پیکر اُس کے غلام ۔۔۔ کمربستہ خدمت میں حاضر مدام

کسی طرف سے وہ نہ رکھتا تھا غم | مگر ایک اولاد کا تھا الم
اسی بات کا اُس کے تھا دل پہ داغ | نہ رکھتا تھا وہ اپنے گھر کا چراغ
دنوں کا عجب اُس کے یہہ پھیر تھا | کہ اُس روشنی پر یہہ اندھیر تھا
وزیروں کو ایک روز اُس نے بلا | جو کچھہ دل کا احوال تھا سو کہا
کہ میں کیا کرونگا یہہ مال و منال | فقیری کا ہے میرے دل کو خیال
فقیر اب نہ ہوں تو کروں کیا علاج | نہ پیدا ہوا وارثِ تخت و تاج
جوانی مری ہوگئی سب بسر | نمودار پیری ہوئی سر بسر
دریغا کہ عہدِ جوانی گذشت | جوانی ما و زندگانی گذشت
بہت ملک پر جان کھویا کیا | بہت فکرِ دنیا میں رویا کیا
زہے بے تمیزی و بے حاصلی | کہ از فکرِ دنیا زدیں غافلی
وزیروں نے کی عرض کاے آفتاب | نہ ہو تجھہ کو ذرہ کبھی اضطراب
فقیری جو کیجے تو دنیا کے ساتھہ | نہیں خوب جانا اُدھر خالی ہاتھہ
کرو سلطنت ایسے اعمالِ نیک | کہ تا دو جہاں میں رہے حالِ نیک
جو عاقل ہوں وے سوچ میں تک رہیں | کہ ایسا نہ ہووے کہ پھر سب کہیں
تو کارِ زمیں را نکو ساختی | کہ بر آسماں نیز پرداختی
یہہ دنیا جو ہے مزرعِ آخرت | فقیری میں ضایع کرو اِس کو مت

عبادت سے اِس کشت کو آب دو — وہاں جا کے خرمن ہی تیار لو
رکھو یاد عدل و سخاوت کی بات — کہ اس فیض سے ہی تمہاری نجات
مگر ہاں یہہ اولاد کا ہی جو غم — سو اِس کا تردد بھی کرتے ہیں ہم
عجب کیا کہ ہووے تمہارے خلف — کرو تم نہ اوقات اپنی تلف
نہ لاؤ کبھی یاس کی گفتگو — کہ قرآں میں آیا ہی لا تقنطو
بلاتے ہیں ہم اہلِ تنجیم کو — نصیبوں کو اپنے ذرا دیکھہ لو
تسلی تو دی شاہ کو اس نمط — ولے اہلِ تنجیم کو بھیج [illegible]
نجومی و رمال اور برہمن — غرض یاد تھا جن کو اس ڈھب کا فن
بلا کر انہیں شہ کنے لے گئے — جو ہیں رو برو شہ کے وے سب گئے
پڑا جب نظر وہ شہِ تاج و تخت — دعا دی کہ ہوں شہ کے بیدار بخت
کیا قاعدے سے جھک کر سلام — کہا شہ نے میں تم سے رکھتا ہوں کام
نکالو ذرا اپنی اپنی کتاب — میرا ہی سوال اُس کا لکھو جواب
نصیبوں میں دیکھو تو میرے کہیں — کسی سے بھی اولاد ہی یا نہیں
یہہ سنکر وے رمال طالع شناس — لگے کھینچنے زائچے بے قیاس
دھرے تختے آگے لیا قرعہ [illegible] — لگا دھیان اولاد کا جس کے ساتھہ
[illegible] شکلیں کئی تھیں سو پھاں[illegible] — [illegible] شکل سے دل گیا ان کا کھل

جماعت نے رمّال کی عرض کی
بہت سن ہم سے ای عالموں کے شفیق
بیاض اپنی دیکھی جو اِس رمل کی
ہی اِس بات پر اجتماعِ تمام
زن و زوج کے گھر میں آئیگی فرح
نجومی بھی کہنے لگے در جواب
نحوست کے دن سب گئے ہیں نکل
ستارے نے طالع کے بدلے ہیں طور
نظر کی جو تسدیس و تثلیث پر
کیا پنڈتوں نے جو اپنا بچار
جنم پتّرا شاہ کا دیکھ کر
کہا رام جی کی ہی تم پر دیا
مہاراج کے ہونگے مقصد شتاب
نکلتے ہیں اب تو خوشی کے بچن
نصیبوں نے کی آپ کے یاوری
مقرر تیرے چاہئے ہو پسرا

کہ ہی گھر میں امید کے کچھ خوشی
بہت ہم نے تکرار کی ہر طریق
تو ایک ایک نکتہ ہی فرد خوشی
کہ طالع میں فرزند ہی تیرے نام
پیا کر میرا وصال کا تو قدح
کہ ہم نے بھی دیکھی ہی اپنی کتاب
عمل اپنا سب کر چکا ہی زحل
خوشی کا کوئی دن میں آتا ہی دور

تو دیکھا کہ ہی نیک سب کی نظر
تو کچھ انگلیوں پر کیا پھر شمار
تلا اور بر چھٹ پہ کر کر نظر
چندر ماسا بالک تیرے ہو ویگا
کہ آیا ہی اب پانچواں آفتاب
نہ ہو گر خوشی تو نہ ہوں برہمن
کہ آئی ہی اب ساتویں مشتری
کہ دیتی ہی یوں اپنی پوتھی

ولیکن مقدر ہی کچھ اور بھی — کہ ہیں اِس بھلے میں بُرے طور بھی
یہہ لڑکا تو ہوگا ولے کیا کہیں — خطر ہی اُسے بارہویں برس میں
نہ آوے یہہ خورشید بالائے بام — بُلندی سے خطرا ہی اِس کو تمام
نہ نکلے یہہ بارہ برس رشکِ مہ — رہے بُرج میں یہہ مہِ چار دہ
کہا شہ نے یہہ سُن کے اُن کے تئیں — کہو جن کا خطرا تو اُس کو نہیں
کہا جان کی سب طرح خیر ہی — مگر دشتِ غربت کی کچھ سیر ہی
کوئی اُس پہ عاشق ہو جن و پری — کوئی اُس کی معشوق ہو اِستری

---

کچھ ایسا ایک تا ہی پوتھی میں اب — خدا ہی ہو اُس پر کسی کے سبب
ہوئی کچھ خوشی شہ کو اور کچھ الم — کہ دُنیا میں توام ہیں شادی و غم
کہا شہ نے اِس پر نہیں اِعتبار — جو چاہے کرے میرا پروردگار
یہہ فرما محل میں درآمد ہوئے — منجم وہاں سے برآمد ہوئے
خُدا پر زبس اُس کو تھا اِعتقاد — لگا مانگنے اپنی حق سے مُراد
خُدا سے لگا کرنے وہ اِلتجا — لگا آپ مسجد میں رکھنے دیا
نکالا مُرادوں کا آخر سُراغ — لگائی اُدھر لو تو پایا چراغ
سحابِ کرم [illegible] کیا جو اثر — ہوئی کشتِ اُمید کُلی باروَر
[illegible]سی سال میں یہہ تماشا سُنو — رہا حمل ایک زوجۂ شاہ کو

جو کچھ دل پہ گذرے تھے رنج و تعب || مبدل ہوئے وے خوشی سا تھہ سب
خوشی سے پلا مجھ کو ساقی شراب || کوئی دم میں بجتا ہی چنگ و رباب
کروں نغمۂ تہنیت کو شروع || کہ ایک نیک اختر کرے ہی طلوع

داستان تولد ہونے کی شاہزادہ بے نظیر کے

گئے نو مہینے جب اس پر گذر || ہوا گھر میں شہ کے تولد پسر
عجب صاحبِ حسن پیدا ہوا || جسے مہر و مہ دیکھہ شیدا ہوا
نظر کو نہ ہو حسن پر اُس کے تاب || اُسے دیکھہ بیتاب ہو آفتاب
ہوا وہ جو اُس شکل سے دلپذیر || رکھا نام اُس کا شہ بے نظیر
خواصوں نے خواجہ سراؤں نے جا || کئی نذریں گذرانیاں اور کہا
مبارک تجھے اے شہِ نیکبخت || کہ پیدا ہوا وارثِ تاج و تخت
سکندر نژاد اور دارا حشم || فلک مرتبت اور عطارد رقم
رہے اُس کے اقلیم زیرِ نگین || غلامی کریں اُس کی خاقانِ چین
یہہ سنتے ہی مژدہ بچھا جانماز || کئے لاکھہ سجدے کہ اے بے نیاز
تجھے فضل کرتے نہیں لگتی بار || نہ ہو تجھہ سے مایوس اُمیدوار
دوگانا بحق کا شکر کا کر ادا || ہدیہ کیا شاہ نے جشن کا
دے نذریں خواصوں کی خوبوں کی لے || اُنھیں خلعت و زر کا انعام دے

کہا جاؤ جو کچھ کہ در کار ہو — کہو خانساماں سے تیار ہو

نقیبوں کو بلوا کے یہہ کہہ دیا — کہ نقار خانے میں دو حکم جا

کہ نوبت خوشی کی بجاویں تمام — خبر سن کے یہہ شاد ہوں خاص و عام

یہہ مژدہ جو پہنچا تو نقارچی — لگا ہر جگہہ بادلہ اور زری

بنا تھا تہہ نقار خانے کا سبب — مہیا کر اسباب عیش و طرب

غلاف اس پہ بانات پُر زر کے تانک — شتابی سے نقاروں کو سینک سانک

دیا چوب کو پہلے بم سے ملا — لگی پھیلنے ہر طرف کو صدا

کہا زیر سے بم نے بہر شگون — کہ دوں دوں خوشی کی خبر کیوں نہ دوں

بجے شادیانے جو واں اس گھڑی — ہوئی گرد و پیش آکے خلقت کھڑی

بہم ملکے بیٹھے جو شہنا نواز — نیا منہہ سے پھر کی لگا اس پہ ساز

سروں پر دے سر پیچ معمول کے — خوشی سے ہوئے گال گل پھول کے

لگے لینے اپجیں خوشی سے نئی — ار انا لگا بجنے اور سگھڑئی

انکوروں میں نوبت کے شہنا کی دھن — سگھڑ سننے والوں کو کرتی تھی سن

تُرہی اور قرنائے شادی کے دم — لگے بھرنے زیل اور کھرج میں بہم

سُنے [illegible] جو [illegible] کی صدا — ٹھمکنے لگا تالیوں کو بجا

بجے سر سے عالم کو عشرت ہوئی — کہ لڑکے کے ہونے کی نوبت ہوئی

جہاں ایسے لگا تا بدیلوانِ عام | عجب طرح کا ایک ہوا ازدحام
چلے لیکے نذریں وزیر و امیر | لگے کھینچنے زر کے تودے فقیر
دیئے شاہ نے شاہزادے کے ناؤں | مشائخ کو اور پیرزادوں کو گاؤں
امیروں کو جاگیر لشکر کو زر | وزیروں کو الماس و لعل و گہر
خواصوں کو خوجوں کو جوڑے دیئے | پیادے جو تھے اُن کو گھوڑے دیئے
خوشی سے کیا یہاں تلک زرِ نثار | جسے ایک دینا تھا بخشے ہزار
کیا بھاند اور بھکتیوں نے ہجوم | ہوئی آئے آئے مُبارک کی دھوم
لگا کھینچنے چونہ پڑنے تمام | کہاں تک میں لوں ہنرت کاروں کا نام
جہاں تک کہ سازندے تھے ساز کے | دھنی دست کے اور آواز کے
جہاں تک کہ تھے گایک اور تنت کار | لگے گانے اور ناچنے ایک بار
لگے بجنے قانون و بین و رباب | بہا ہر طرف جوے عشرت کا آب
لگی تھاپ طبلوں پہ مردنگ کی | صدا اونچی ہونے لگی چنگ کی
کمانچوں کو سازنگیوں کو بنا | خوشی سے ہر ایک اُن کی تربیں ملا
لگا تار پر موم مُرچنگ کے | ملا سُر طنبوروں کے یکرنگ کے
ستاروں کے پردے بناکر دُرست | بجانے لگے سب وے چالاک وچست
گئی بین کی آسماں پر گمک | اُٹھا گنبذِ چرخ سارا دھمک

خوشی کی زبس ہر طرف تھی بساط | لگے ناچنے اُس پہ اہلِ نشاط

کناری کے جوڑے چمکتے ہوئے | وہ پانوں میں گھنگرو جھنکتے ہوئے

وہ گھٹنا وبڑھنا اداؤں کے ساتھ | دکھانا وہ رکھ رکھ کے چھاتی پہ ہاتھ

وہ بالے چمکتے ہوئے کان میں | پھڑکنا وہ تھنے کا ہر آن میں

کبھی دل کو پانوں سے مل ڈالنا | نظر سے کبھی دیکھنا بھالنا

دکھانا کبھی اپنی چھب مسکرا | کبھی اپنی انگیا کو لینا چھپا

کسی کے وہ مکھڑے پہ نتھ کی پھبن | کسی کے چمکتے ہوئے نورتن

وہ دانتوں کی مسّی وہ گُل برگِ تر | شفق میں عیاں جیسے شام و سحر

وہ گرمی کے چہرے کہ جوں آفتاب | جسے دیکھ کر دل کو ہو اضطراب

چمکنا گالوں کا صفا کے سبب | وہ گردن کے ڈورے قیامت غضب

کبھی مونہہ کٹیں پھیر لینا اُدھر | کبھی چوری چوری سے کرنا نظر

دوپٹے کو کرنا کبھی مونہہ کی اوٹ | کہ پردے میں ہو جائیں دل لوٹ پوٹ

ہر ایک تان میں اُن کو ارمان یہ | کہ دل لیجیئے تان کی جان یہ

کوئی فن میں سنگیت کے شعلہ رو | ہرم جوگ لچھمی کے لے پر ملو

کوئی [illegible] گندھی بیٹھی پانوں سم تلے | کھڑی عاشقوں کے دلوں کو ملے

کوئی دایرے میں الجھا کر پرن | کوئی دھیدھمی میں دکھا اپنا فن

غرض ہر طرح دل کو دینا اُنہیں ‎ ‎ نئی طرح سے داغ دینا اُنہیں
کبھی مار ٹھوکر کریں قتلِ عام ‎ ‎ کبھی ہاتھ اُٹھا لیویں گرنے کو تھام
کہیں دُھرپد اور گت کا شور و غل ‎ ‎ کہیں قول و قلبانہ و نقش و گُل
کہیں بھانڈ کے ولولوں کا سماں ‎ ‎ کہیں ناچ کشمیریوں کا وہاں
منجیرا پکھاوج گلے ڈال ڈھول ‎ ‎ بجاتے تھے اُس جا کھڑے باندھ غول
محل میں جو دیکھو تو ایک ازدحام ‎ ‎ مُبارک سلامت کی تھی دھوم دھام
وہاں بھی تو تھی عیش و عشرت کی دھوم ‎ ‎ پری پیکروں کا ہر ایک جا ہجوم
چھٹی تک غرض تھی خوشی ہی کی بات ‎ ‎ کہ دن عید اور رات تھی شب برات
بڑھے ابر ہی ابر میں جوں ہلال ‎ ‎ محل میں لگا پانے وہ نونہال
برس گانٹھ جس سال اُس کی ہوئی ‎ ‎ دلِ بستگاں کی گرہ کھل گئی
وہ گُل جب کہ چوتھے برس میں لگا ‎ ‎ بڑھایا گیا دودھ اُس ماہ کا
ہوئی تھی جو کچھ پہلے شادی کی دھوم ‎ ‎ اُسی طرح سے پھر ہوا وہ ہجوم
طوائف وہی اور وہی راگ و رنگ ‎ ‎ ہوئی بلکہ دونی خوشی کی ترنگ
وہ گُل پانوں سے اپنے جس جا چلا ‎ ‎ وہاں آنکھ کو نرگسوں نے ملا
لگا پھرنے وہ سرو جب پانوں پانوں ‎ ‎ کئے بردے آزاد تب اُس کے ناؤں

## داستان تیاری میں باغ کی

مئے ارغوانی پیالا سا گیا | کہ تعمیر کو باغ کی دل چلا
دیا بادشہ نے ترتیب یک خانہ باغ | ہوا رشک سے جس کے لالہ کو داغ
عمارت کی خوبی دروں کی وہ شان | لگے جس میں زربفت کے سائبان
چقیں اور پردے بندھے زرنگار | دروں پر کھڑی دست بستہ بہار
کوئی ڈور سے در پر اٹکا ہوا | کوئی زہ پہ خوبی سے لٹکا ہوا
وہ مقیش کی ڈوریاں سر بسر | کہ مہ کا بندھا جس میں تارِ نظر
چقوں کا تماشا تھا آنکھوں کا جال | نگہ کو وہاں سے گذرنا محال
سنہری مغرق چھتیں ساریاں | وہ دیوار اور در کی گلکاریاں
دیئے چار سو آئینے جو لگا | گیا چوگنا لطف اُس میں سما
وہ مخمل کا فرش اُس میں سُتھرا کہ بس | بڑھے جس کے آگے نہ پائے ہوس
رہیں لخلخے اُس میں روشن مدام | معطر شب و روز جس سے مشام
چھپرکھٹ مرصع کا دالان میں | چمکتا تھا اِس طرح ہر آن میں
زمیں پر تھی اِس طور اُس کی جھلک | ستاروں کی جیسے فلک پر چمک
[illegible] وہاں کی کہا میں بیاں | کہ صندل کا ایک پارچہ تھا عیاں
بنی سنگِ مرمر سے چوپڑ کی نہر | گئی چار سو اُس کے پانی کی لہر

قرینے سے گرد اُس کے سروِ سہی
کچھ اک دور دور اُس سے سیب و بہی

کہوں کیا میں کیفیتِ دار بست
اگائے رہیں تاک واں مے پرست

ہوائے بہاری سے گُل لہلہے
چمن سارے شاداب اور ڈہڈہے

زُمرّد کی مانند سبزے کا رنگ
روش کا جواہر ہوا جس سے سنگ

روش کی صفائی پہ بے اختیار
گُلِ اشرفی نے کیا زر نثار

چمن سے بھرا باغ گُل سے چمن
کہیں نرگس و گُل کہیں یاسمن

چنبیلی کہیں اور کہیں موتیا
کہیں رائے بیل اور کہیں موگرا

کھڑے شاخِ شبّو کے ہر جا نشان
مدن بان کی اور ہی آن بان

کہیں ارغواں اور کہیں لالہ زار
جُدی اپنے موسم میں سب کی بہار

کہیں جعفری اور گیندا کہیں
سماں شب کو داؤدیوں کا کہیں

عجب چاندنی میں گُلوں کی بہار
ہر اک گُل سُفیدی سے مہتاب وار

کھڑے سروْ کی طرح چمپے کے جھاڑ
کہے تو کہ خوشبوئیوں کے پہاڑ

کہیں زرد نسریں کہیں نسترن
عجب رنگ پر زعفرانی چمن

پڑی آب جو ہر طرف کو بہے
کریں قُمریاں سرو پر چہچہے

گُلوں کا لبِ نہر پر جھومنا
اُسی اپنے عالم میں مُنہ چومنا

وہ جُھک جُھک کے گِرنا خیابان پر
نشے کا سا عالم گُلستان پر

لیے بیلچے ہاتھ میں مالنیں | چمن کو لگیں دیکھنے بھالنے
کہیں تخم پاشی کریں کھود کر | پنیری جمادیں کہیں گوڈ کر
کھڑے شاخ در شاخ باہم نہال | رہیں ہاتھ جوں مست گردن پہ ڈال
لبِ جو کے آئینے میں دیکھ قد | اکڑنا کھڑے سرو کا جد نہ تد
خراماں صبا صحن میں چار سو | دماغوں کو دیتی پھرے گل کی بو
کھڑے نہر پر قاز اور قرقرے | لیئے ساتھ مرغابیوں کے پرے
صدا قرقروں کی بطوں کا وہ شور | درختوں پہ بگلے منڈیروں پہ مور
چمن آتشِ گل سے دہکا ہوا | ہوا کے سبب باغ مہکا ہوا
صبا جو لٹی ڈھیریاں کرکے پھول | پڑے ہر طرف مولسریوں کے پھول
وہ لیلاؤں کی اور مولسریوں کی چھاؤں | لگی جائے آنکھیں لیئے جن کا ناؤں
خوشی سے گلوں پر سدا بلبلیں | تعشق کی آپس میں باتیں کریں
درختوں نے برگوں کے کھولے ورق | کہ لیں طوطیاں بوستاں کا سبق
سناں قمریاں دیکھ اُس آن کا | پڑھیں بابِ پنجم گلستان کا
ددا دائیاں اور مغلانیاں | پھریں ہر طرف اُس میں جلوہ کناں
[illegible] کا اور لونڈیوں کا ہجوم | محل کی وہ چہلیں وہ آپس کی دھوم
تکلف کے پہنے پھر[illegible] سب لباس | رہیں رات دن شاہزادے کے پاس

کنیزان مہہ روکی ہر طرف رہاں | چنبیلی کوئی اور کوئی رائے بیل
شگوفہ کوئی اور کوئی کامروپ | کوئی چت لگن اور کوئی سہاروپ
کوئی کیتکی اور کوئی گلاب | کوئی مہہ رتن اور کوئی ماہتاب
کوئی سیوتی اور ہنس مکھ کوئی | کوئی دل لگن اور تن سکھ کوئی
ادھر اور ادھر آتیاں جاتیاں | پھریں اپنے جوبن میں اتراتیاں
کہیں چٹکیاں اور کہیں تالیاں | کہیں قہقہے اور کہیں گالیاں
کہیں اپنی پٹی سنوارے کوئی | ارے اور تیری کہہ پکارے کوئی
سجاتی پھرے کوئی اپنے کپڑے | کہیں ہوئے رے اور کہیں واچھڑے
دکھاوے کوئی گوکھرو موڑ توڑ | کہیں سوت بوٹی کہیں تار توڑ
ادا سے کوئی بیٹھی حقہ پیئے | دم دوستی کوئی بھر بھر جیئے
کوئی حوض میں جاکے غوطہ لگائے | کوئی نہر پر پانوں بیٹھی ہلائے
کوئی اپنے توتے کی لیوے خبر | کوئی اپنی مینا پہ رکھے نظر
کسی کو کوئی ڈھول مارے کہیں | کوئی جان کو اپنی وارے کہیں
کوئی آرسی اپنے آگے دھرے | ادا سے کہیں بیٹھی کنگھی کرے
مقابا کوئی کھول مسی لگائے | لبوں پر دھڑی کوئی بیٹھی جمائے
ہوا ان نگاہوں سے دوبالا سماں | اسی باغ میں یہہ بھی باغ رواں

غرض لوگ تھے یہہ جو ہر کام کے — سو سب واسطے اُس کے آرام کے

پلا جب وہ اِس ناز و نعمت کے ساتھ — پدر اور مادر کی شفقت کے ساتھ

ہوئی اُس کے مکتب کی شادی عیاں — ہوا پھر اُنھیں شادیوں کا سماں

معلّم اتالیق منشی ادیب — ہر ایک فن کے اُستاد بیٹھے قریب

کیا قاعدے سے شروع کلام — پڑھانے لگے علم اُس کو تمام

دیا تھا زبس حق نے ذہنِ رسا — کئی برس میں علم سب پڑھ چکا

معانی و منطق بیان و ادب — پڑھے اُس نے منقول و معقول سب

خبردار حکمت کے مضمون سے — غرض جو پڑھا اُس نے قانون سے

لگا ہیئت و ہندسہ تا نجوم — زمیں آسمان میں پڑی اُس کی دھوم

کئے علم نوکِ زباں حرف حرف — اِسی نحو سے عمر کی اُس نے صرف

عطارد کو اُس کی لگی آنے ریس — ہوا سادہ لوحی میں وہ خوشنویس

ہوا جب کہ تو خط وہ شیریں رقم — بڑھا کر لکھے سات سے نو قلم

لیا ہاتھ جب خامۂ مشکبار — لکھا نسخ و ریحان و خطِ غبار

عروس الخطوط اور ثلث و رقاع — خفی و جلی مثل خطِ شعاع

[illegible] لکھا اور تعلیق جب — رہے دیکھ حیران اتالیق سب

[illegible] گلزار سے جب فراغ — ہوا صفحۂ قطعہ گلزارِ باغ

کماں کے جو درپے ہوا بے نظیر
لیا کھینچ چلّے میں سب فنِّ تیر

صفائی میں سوفار پیکاں کیا
گیا جب کہ تودے پہ طوفاں کیا

رکھا چھوتے ہی جو لکڑی پہ من
لیا اپنے قبضے میں سب اُس کا فن

ہوئیں دست و بازو کی سرسائیاں
اُڑائیں کئی ہاتھ میں گھائیاں

رکھا موسیقی پر بھی کچھ جو خیال
کیے بند سب اُس نے ہاتھوں میں تال

طبیعت گئی کچھ جو تصویر پر
رکھے رنگ سب اُس نے مدِّ نظر

کئی دن میں سیکھا پھر کسبِ تفنگ
کہ حیراں ہوئے دیکھ اہلِ فرنگ

سوا اِن کمالوں کے کتنے ہی داؤ
مروّت کی خو آدمیت کی چاؤ

رِذالوں سے بد نظروں سے نفرت اُسے
غرض قابلوں ہی سے صحبت اُسے

گیا نام پر اپنے وہ دلپذیر
ہر ایک فن میں سچ مچ ہوا بے نظیر

## داستان سواری کی تیاری کے حکم میں

پِلا ساقیا مجھ کو یک جامِ مُل
جوانی پہ آیا ہے ایامِ گُل

غنیمت شمر صحبتِ دوستاں
کہ گُل پنج روز است در بوستاں

ثمر لے بھلائی کا گر ہو سکے
شتابی سے بو لے جو کچھ بو سکے

کہ رنگِ چمن پر نہیں اعتبار
یہاں چرخ میں ہے خزان و بہار

پڑی جب گرہ بارہویں سال کی
کھلی گلجھڑی غم کے جنجال کی

کہا شہ نے بلوا نقیبوں کو شام / کہ ہوں صبح حاضر سبھی خاص و عام

تماشے الٰہی تکلف سے تیار ہو / مہیا کریں جو کہ درکار ہو

کریں شہر کو ملکے آئینہ بند / سواری کا ہو لطف جس سے دوچند

رعیت کے خوش ہوں صغیر و کبیر / کہ بنجائے کل شہر میں بے نظیر

یہہ فرما محل میں گئے بادشاہ / نقیبوں نے سن حکم لی اپنی راہ

ہوئی شب لیا مہ نے جام شراب / گیا سجدۂ شکر میں آفتاب

خوشی سے گئی جلد جو شب گذر / ہوئی سامھنے سے نمایاں سحر

عجب شب تھی وہ جوں سحر روسپید / عجب روز تھا مثل روز امید

گیا مژدۂ صبح لے آفتاب / اٹھا سر برہنہ آنکھوں کو ملتا شتاب

کہا شاہ نے اپنے فرزند کو / کہ بابا نہا دھوکے تیار ہو

## داستان حمام کے نہانیکی لطافت میں

پلا آتشیں آب پیر مغاں / کہ بھولے مجھے گرم و سرد جہاں

اگر چاہتا ہی میرے دل کا چین / نہ دیتا وہ ساغر جو ہو قلتین

کدورت میرے دل کی دھو ساقیا / ذرہ شیشہ ہی کو دھو دھا کے لا

[illegible] گرم حمام [illegible] بے نظیر / گیا وہ نہانے کو بدر منیر

[illegible] جب کہ داخل وہ حمام میں / عرق آگیا اس کے اندام میں

تن نازنیں نم ہوا اُس کا کُل
کہ جس طرح ڈوبے ہو شبنم میں گل

پرستار باندھے ہوئے لُنگیاں
مہ و مہر سے طاس لیکر وہاں

لگے ملنے اُس گلبدن کا بدن
ہوا دھلتا آب سے وہ چمن

نہانے میں یوں تھی بدن کی دمک
برسنے میں بجلی کی جیسے چمک

بالوں پر جو پانی پھرا سر بسر
نظر آیا جیسے وہ گلبرگِ تر

ہوا قطرۂ آب یوں چشم بوس
کھلے تو پڑے جیسے نرگس پہ اوس

لگا ہونے ظاہر جو اعجازِ حُسن
ٹپکنے لگا اُس سے اندازِ حُسن

گیا حوض میں جو شہ بے نظیر
پڑا آب میں عکسِ ماہِ منیر

وہ گورا بدن اور بال اُس کے تر
کہے تو کہ ساون کی شام و سحر

نمی کا تھا بالوں پہ اک عالم عجب
نہ دیکھی کوئی خوب تر اُس سے شب

کہوں اُس کی خوبی کی کیا تجھ سے بات
کہ جوں بھیگتی جاوے صحبت میں رات

زمیں پر تھا یک موجۂ نور خیز
ہوا جب وہ فوارہ ساں آب ریز

زمرد کے لے ہاتھ میں سنگِ پا
کیا خادموں نے جو آہنگِ پا

ہنسا کھلکھلا کر وہ گل تو بہار
لیا کھینچ پاؤں کو بے اختیار

عجب عالم اُس نازنیں پر ہوا
اثر گدگدی کا جبیں پر ہوا

ہنسا اِس ادا سے کہ سب ہنس پڑے
ہوئے جی سے قربان چھوٹے بڑے

دعائیں لگے دینے بے اختیار — کہا خوش رکھے تجھ کو پروردگار

کہ تیری خوشی سے ہی سب کی خوشی — مبارک تجھے روز و شب کی خوشی

نہ آوے کبھی تیری خاطر پہ میل — چمکتا رہے یہ فلک کا سہیل

کیا غسل جب اس لطافت کے ساتھ — اُڑھا کھیس لائے اُسے ہاتھوں ہاتھ

نہا دھو کے نکلا وہ گل اس طرح — کہ بدلی سے نکلے ہے مہ جس طرح

غرض شاہزادے کو نہلا دھلا — دیا خلعت خسروانہ پنہا

جواہر سراسر پنہایا اُسے — جواہر کا دریا بنایا اُسے

لڑی لٹکن اور کلغی اور نورتن — عدد ہیک سے ایک زیب بدن

مرصع کا سرپیچ جوں موج آب — مصفّا بہ شکل گل آفتاب

وہ موتی کے بالے بہ صد زیب و زین — کہیں جس کو آرام جاں دل کا چین

جواہر کا تن پر عجب تھا ظہور — کہ ایک ایک عدد اُس کا تھا کوہ طور

غرض ہو کے اس طرح آراستہ — خراماں ہوا سرو نوخاستہ

نکل گھر سے جس دم ہوا وہ سوار — کئے خوان گوہر کے اُس پر نثار

زبس تھا سواری کا باہر ہجوم — ہوا جب کے ڈنکا پڑی سب میں دھوم

برابر برابر کھڑے تھے سوار — ہزاروں ہی تھی ہاتھیوں کی قطار

روپہری تھیں عماریاں — شب و روز کی سی طرح داریاں

چمکاتے ہوئے بادلوں کے نشان
سواروں کے غت اور بانوں کی شان

ہزاروں تھی اطراف میں پالکی
جھالا بور کی جگمگی نالکی

کہاروں کی زربفت کی کُرتیاں
اور اُن کے دیلے پانوں کی پُھرتیاں

بندھیں پگڑیاں تاش کی سر اوپر
پٹا چوندھ میں جیسے آوے نظر

وُہ ہاتھوں میں سونے کے موٹے کڑے
بدرک جس کی ہر ہر قدم پر پڑے

وُہ ماہی مراتب وُہ تخت رواں
وُہ نوبت کہ دولہہ کا جس سے سماں

وُہ شہنائیوں کی صدا خوش نوا
سُہانی وُہ نوبت کی اُس میں صدا

وُہ آہستہ گھوڑوں پہ نقّارچی
قدم باقدم بالباس زری

بجاتے ہوئے شادیانے تمام
چلے آگے آگے ملے شاد کام

سوار اور پیادے صغیر و کبیر
جلو میں تمامی امیرو وزیر

دے نذریں کہ جس جس نے تھیں تھالیاں
شہ و شاہزادے کو گذرانیاں

ہوئے حُکم سے شاہ کے پھر سوار
چلے سب قرینے سے باندھے قطار

سجے اور سجائے سبھی خاص و عام
لباس زری میں مُلبّس تمام

طُرق کے طُرق اور پرے کے پرے
کُچھ ایدھر اُودھر کچھ ورے کچھ پرے

مُرصّع کے سازوں سے کوتل سمند
کہ خوبی میں روحُ القُدس سے دوچند

وُہ فیلوں کی اور مینگ ڈنبر کی شان
جھلکتے وُہ مُقیّش کے سایبان

چلی ماہ پر تخت کے ہو قریب
بدن نور شاہانہ پہنی جریب

سواری کے آگے کیئے اہتمام
لیئے سونے روپے کے عاصے تمام

نقیب اور جلو دار اور چوب دار
یہہ آپس میں کہتے تھے ہردم پکار

اُسی اپنے معمول و دستور سے
ادب سے تفاوت سے اور دور سے

پلو نو جوانو بڑھے جائیو
دو جانب سے باگیں لیئے آئیو

بڑھے جائیں آگے سے چاہتے قدم
بڑھے عُمر و دولت قدم با قدم

غرض اُس طرح سے سواری چلی
کہے تو کہ بادِ بہاری چلی

تماشائیوں کا جُدا تھا ہجوم
ہر ایک طرف تھی ایک عالم کی دھوم

لگا قلعے سے شہر کی حد تلک
دوکانوں پہ تھی بادلے کی جھلک

کیا تھا زبس شہر آئینہ بند
ہوا چوک کا لُطف واں چار چند

منڈھے تھے تمامی سے دیوار و در
تمامی وہ تھا شہر سونے کا گھر

رعیت کی کثرت ہجومِ سپاہ
گذرتی تھی رُک رُک کے ہرجا نگاہ

ہوئے جمع کوٹھوں پہ جو مرد و زن
ہر ایک سطح تھا جوں زمینِ چمن

یہہ خالِق کی حُسن قُدرت کا ماہ
تماشے کو نکلی زنِ حاملہ

لگا لُنج سے تا ضعیف و نحیف
تماشے کو ہے وضیع و شریف

وحوش و طیوروں تلک بے خیال
پھرے آشیانوں سے اپنے نکل

نہ پہنچا جو یک مرغِ قبلہ نما ‌‌ ‌ سو وہ آشیانے میں تڑپا کیا

زبس شاہزادہ بہت تھا حسین ‌ ‌ ہوئے دیکھ عاشق کہین و مہین

نظر جس کو آیا وہ ماہِ تمام ‌ ‌ کیا اُس نے جھک جھک کے اُس کو سلام

دُعا شاہ کو دی کہ بارِ الٰہ ‌ ‌ سدا یہہ سلامت رہے مہر و ماہ

یہہ خوش اپنے مہ سے رہے شہر یار ‌ ‌ کہ روشن رہے شہر پروردگار

غرض شہر سے باہر اک سمت کو ‌ ‌ کوئی باغ تھا شہ کا اُس میں سے ہو

گھڑی چار تک خوب سی سیر کر ‌ ‌ رعیّت کو دکھلا کے اپنا پسر

اُسی کثرتِ فوج سے ہو سوار ‌ ‌ پھرا شہر کی طرف وہ شہر یار

سواری کو پہنچا گئی فوج اُدھر ‌ ‌ گئے اپنی منزل میں شمس و قمر

جہاں تک کہ تھیں خادمانِ محل ‌ ‌ خوشی سے وہ ڈیوڑھی تک آئیں نکل

قدم اپنے حجروں سے باہر نکال ‌ ‌ لیا سب نے آ پیشوا حال حال

بلائیں لگیں لینے سب ایک بار ‌ ‌ کیا جی کو ایک دست سب نے نثار

گیا جب محل میں وہ سرو رواں ‌ ‌ بندھا ناچ اور راگ کا پھر سماں

پہر رات تک پہنے پوشاک وہ ‌ ‌ رہا ساتھ سب کے طربناک وہ

قضارا وہ شب تھی شبِ چار دہ ‌ ‌ پڑا جلوہ لیتا تھا ہر طرف مہ

نظارے سے تھا اُس کے دل کو سرور ‌ ‌ عجب عالمِ نور کا تھا ظہور

عجب لطف تھا سیرِ مہتاب کا | کہے تو کہ دریا تھا سیماب کا

ہوا شاہزادے کا دل بیقرار | یہ دیکھی جو واں چاندنی کی بہار

کچھ آئی جو اُس مہ کے جی میں ترنگ | کہا آج کوٹھے پہ بچھے پلنگ

خواصوں نے جا شاہ سے عرض کی | کہ شہزادے کی آج یوں ہی خوشی

ارادہ ہے کوٹھے پہ آرام کا | کہ بھایا ہے عالم لبِ بام کا

کہا شہ نے اتنو گئے دن نکل | اگر یوں ہی مرضی تو کیا ہے خلل

پر اتنا ہی اُس سے خبردار ہوں | جنھوں کی ہے چوکی وہ بیدار ہوں

لبِ بام پر جب یہ سووے صنم | کریں سورۂ نور کو اُس پہ دم

تمھارا مرا بول بالا رہے | یہ اِس گھر کا قائم اُجالا رہے

کہا تب خواصوں نے حق سے اُمید | یہی ہے کہ ہم بھی رہیں روسفید

پھر بس حُکم لے واں سے پھر شاہ کا | بچھونا کیا جا کے اُس ماہ کا

قضارا وُہ دن تھا اُسی سال کا | غلط وہم ماضی میں تھا حال کا

سُخن مولویکا یہ سچ ہے قدیم | کہ آگے قضا کے ہو احمق حکیم

پڑے اپنے اپنے جو سب عیش بیچ | نہ سوجھی زمانے کی کچھ اونچ نیچ

یہ جانا کہ یونہیں رہیگا یہ دور | زمانے کا سمجھا اُنھوں نے نہ طور

کہ اِس بیوفا کی نہی ہے ترنگ | یہ گرگٹ بدلتا ہے ہر دم میں رنگ

| | |
|---|---|
| کرا بادۂ عیش در جام ریخت | کہ صد شام بر فرق صبحش نہ بیخت |
| نداری تعجب ز نیرنگ دہر | کہ آرد ز یک حقہ تریاک و زہر |

داستان شاہزادے کے کوٹھے پر سونیکی اور پری کے اڑا کر لیجانیکی

| | |
|---|---|
| شتابی سے اٹھ ساقی بے خبر | کہ چاروں طرف ماہ ہے جلوہ گر |
| بلوریں گلابی میں دے بھر کے جام | کہ آیا ہے چاندنی پہ ماہ تمام |
| جوانی کہاں اور کہاں پھر یہ سین | مثل ہے کہ ہے چاندنی چار دن |
| الٰہی کے دنیے میں کچھ دیر ہے | تو پھر جان یہ تو کہ اندھیر ہے |
| وہ سونیا جو تھا جڑاؤ پلنگ | کہ سیمیں تنوں کو ہو جس پر امنگ |
| لچھے چادر ایک اس پہ شبنم کی صاف | کہ ہو چاندنی جس صفا کی غلاف |
| دھرے اس پہ تکیے کئی نرم نرم | کہ مخمل کو ہو جس کے دیکھے سے شرم |
| کہاں تک کوئی اسکی خوبی کو پائے | جسے دیکھ آنکھوں کو آرام آئے |
| کسے اس پہ کسنے وہ مقیش کے | کہ جھبوں میں تھے جس کے موتی لگے |
| سراسر اونچھے زری باف کے | کہ تھے رشک آئینۂ صاف کے |
| وہ گال تکیہ اس کے جو تھے رشک ماہ | کہ ہر وجہ تھی انکو خوبی میں راہ |
| کبھی نیند میں جب کہ ہوتا تھا وہ | تو رخسارہ رکھ اپنا سوتا تھا وہ |
| چھپائے سے ہوتا نہ حسن اس کا ماند | کہیں تو لگائے تھے مکھڑے پہ چاند |

غرض اس نیند میں تھا جو وہ ہو رہا / بچھونے پہ آتے ہی بس سو رہا

وہ سویا جو اُس آن سے بے نظیر / رہا پاسباں اُس کا ماہِ مُنیر

ہوا اُس کے سونے پہ عاشق جو ماہ / لگادی اُدھر اپنی اُس نے نگاہ

وہ مہ اُس کے کوٹھے کا مالا ہوا / غرض واں کا عالم دوبالا ہوا

وہ پھولوں کی خوشبو وہ ستھرا پلنگ / جوانی کی نیند اور وہ سونے کا رنگ

جہاں تک کہ چوکی کے تھے باریدار / ہوا جو چلی سو گئے ایک بار

غرض سب کو واں عالمِ خواب تھا / مگر جاگتا ایک مہتاب تھا

قضارا ہوا ایک پری کا گزر / پری شاہزادے پہ اُس کی نظر

بھبوکا سا دیکھا جو اُس کا بدن / جلا آتشِ عشق سے اُس کا تن

ہوئی حُسن پر اُس کے جی سے نثار / وہ تخت اپنا لائی ہوا سے اُتار

دو پٹے کو اُس مہ کے مُنھ سے اُٹھا / دیا گال سے گال اپنا ملا

اگرچہ ہوئی تھی زیادہ ہوس / ولیکن حیا نے کہا اُس کو بس

مے عشق میں پھر یہ سوجھی ترنگ / کہ لے چلیئے اِس کا امانت پلنگ

محبت کی آئی جو دل پر ہوا / وہاں سے اُسے لے اُڑی دلربا

ہوا جب زمیں سے وہ شعلہ بلند / ہوا میں ستارہ سا چمکا وہ چند

شبِ مہ میں یوں وہ زمیں سے اُٹھا / چلے شب پر جس طرح سے جوش کھا

جلے رشک سے اُس کے شمع و چراغ
کہ اُس مہ کا پہنچا فلک پر دماغ

غرض لے گئی آن کی آن میں
اُڑا کر وُہ اُس کو پرستان میں

کبھی خوش رہی دل اور کبھی دردمند
زمانے کی ہے جب سے ہی پست و بلند

شتابی مجھے ساقیا دے شراب
کہ یہہ حال سُنکر ہوا دل کباب

داستان وہاں سے اُس کے غائب ہونے کی اور غم سے ماں باپ اور سب کی حالت تباہ کرنے کی

یہاں کا تو قصہ میں چھوڑا یہاں
ذرا اب سُنو غمزدوں کا بیاں

کروں حال ہجراں زدوں کا رقم
کہ گذرا جُدائی سے کیا اُن پہ غم

کھلی آنکھ جو ایک کی واں کہیں
تو دیکھا کہ وُہ شاہزادہ نہیں

نہ ہے وُہ پلنگ اور نہ وُہ ماہ رو
نہ وُہ گل ہے اُس جا نہ وُہ اُس کی بو

رہے دیکھ یہہ حال حیرانِ کار
کہ یہہ کیا ہوا ہائے پروردگار

کوئی دیکھ یہہ حال رونے لگی
کوئی غم سے جی اپنا کھونے لگی

کوئی بلبلاتی سی پھرنے لگی
کوئی ضعف ہو ہو کے گرنے لگی

کوئی سر پہ رکھ ہاتھ دلگیر ہو
کوئی بیٹھی ماتم کی تصویر ہو

کوئی رکھ کے زیرِ زنخدان چھڑی
رہی نرگس آسا کھڑی کی کھڑی

رہی کوئی اُنگلی کو دانتوں میں داب
کسی نے کہا گھر ہوا یہہ خراب

کسی نے دیئے کھول سنبل سے بال
طپانچوں سے جوں گل کیئے سُرخ گال

نہ بن آئی کچھ اُن کو اس کے سوا | کہ کہئے یہ احوال اب شہ سے جا
سُنی شہ نے القصّہ جب یہ خبر | گرا خاک پر کہہ کے ہائے پسر
کلیجہ پکڑ ماں تو بس رہ گئی | کلی کی طرح سے بکس رہ گئی
ہوا گم وہ یوسف پری یہ جو دھوم | کیا خادمانِ محل نے ہجوم
کہا شہ نے واں کا مجھے دو پتا | عزیزو جہاں سے وہ یوسف گیا
گئے لے وہ شہ کو لبِ بام پر | دکھایا کہ سوتا تھا یہاں سیم بر
یہی تھی جگہ وہ جہاں سے گیا | کہا ہائے بیٹا تو یہاں سے گیا
مرے نوجواں میں کدھر جاؤں پھر | نظر تو نے مجھ پر نہ کی بے نظیر
عجب بحرِ غم میں ڈبویا ہمیں | غرض جان سے تو نے کھویا ہمیں
کروں اُس قیامت کا کیا میں بیان | ترقی میں ہر دم تھا شور و فغان
لبِ بام کثرت جو یکسر ہوئی | تلے کی زمیں ساری اوپر ہوئی
شب آدھی وہ جس طرح سوتے کٹی | رہی تھی جو باقی سو رونے کٹی
عجب طرح کی شب تھی ہیہات وہ | قیامت کا دن تھا نہ تھی رات وہ
سحر نے کیا جب گریباں چاک | اُڑانے لگے ملکے سب سر پہ خاک
اُٹھا شہر میں ہر طرف شور و غل | کہ غائب ہوا اس چمن سے وہ گل
غم و درد سے دل جو سب کا بھرا | ہوا باغ سارا وہ ماتم سرا

گیا جب کہ وہ سرو اس باغ سے | نظر پھول آنے لگے داغ سے

اکڑنا گئے سرو سب اپنا بھول | اڑانے لگیں قمریاں سر پہ دھول

صدا اب جو کوئی انھوں کی سنے | تو کوکو سے ان کی جگر تک بھنے

ہوئے خشک اور زرد سارے نہال | ثمر لگ کے پاتوں ہوئے پایمال

ترانے سے بلبل کا جی ہٹ گیا | گلوں کا جگر درد سے پھٹ گیا

تبسم کلی حزن سے بھول گئی | پیا غم سے از بس لہو پھول گئی

اڑا نور نرگس کی آنکھوں کا سب | ہوئے بال سنبل کے ماتم کی شب

لب جو کے اڑنے لگی گرد گرد | گل اشرفی کا ہوا رنگ زرد

لگی آگ لالا کے دل کو تمام | دیا آگ میں پھینک عشرت کا جام

پڑا ماتم اس باغ میں بسکہ سخت | ہوئے نخل ماتم تمامی درخت

گرے غم سے انگور مدہوش ہو | پڑے سائے سارے سیہ پوش ہو

لگے تھے جو پتے درختوں کے ساتھ | وہ ہاں ہاں کے ملتے تھے آپس میں ہاتھ

وہ لبریز جو نہر تھی جا بجا | سو آنکھوں کو وہ رہ گئی ڈبڈبا

اچھالتے تھے فوارے اس کے جو واں | گئی سب نکل ان کی تاب و تواں

مژہ پر جو کچھ اشک تھے جھڑ گئے | غرض رونے رونے گڑھے پڑ گئے

ہوا حال چشموں کا یہاں تک تباہ | کیا رخت پانی نے اپنا سیاہ

کہاں وے کوئے اور کدھر آبشار
کوئی دل میں رووے کوئی زار زار

نہ بگلوں کا عالم نہ وے فرفرے
نہ وے آب جوئیں نہ سبزے ہرے

جہاں رقص کرتے تھے طاؤسِ باغ
لگے بولنے اُن منڈیروں پہ زاغ

سُہانی وُہ چھائیں جو دِل چسپ تھیں
سو کہا ہو کہ اب دِل لگے واں کہیں

مُنقش جہاں تھے وے رنگیں مکاں
ہوئے سب وُہ جوں دیدۂ خوں چکاں

گلوں کی طرح کِھل رہے تھے جو دِل
سو وے سب خزاں سے ہوئے مُضمحل

خزاں کا الم واں جو آکر گرا
جِگر برگِ گُل کی طرح جھڑ گرا

نہ غنچہ نہ گُل نے گُلستاں رہا
فقط دِل میں ایک خارِ ہجراں رہا

وزیروں نے دیکھا جو احوالِ شاہ
کہ ہوتی ہی اب اِس کی حالت تباہ

کہا سب نے سمجھا کے اُس شاہ کو
کہ دیکھو گے تُم اپنے اُس ماہ کو

اگرچہ جُدائی گوارا نہیں
ولیکن خُدائی سے چارا نہیں

سدا ایک سا دن گذرتا نہیں
کوئی ساتھ مرنے کے مرتا نہیں

نہیں خوب اِتنا تُمھیں اِضطراب
نصیبوں سے شاید ملے وُہ شتاب

خُدا جانے اب اِس میں کیا بھید ہی
یہہ کہتے ہیں جیتوں کو اُمّید ہی

ندانم کہ تاکردگارِ جہان
دریں آشکارا چہ دارد نہان

خُدا کی خُدائی تو معمور ہی
غرض اُس کے نزدیک کیا دور ہی

نہیں ایک صورت پہ کوئی مدام
اُسی کی غرض ذات کو ہی قیام

یہہ کہہ اور شہ کو بٹھا تخت پر
بہر نوع رہنے لگے یک دگر

لُٹایا بہت باپ نے مال و زر
ولیکن نہ پائی کچھہ اُس کی خبر

ذرہ خضر رہ تو ہی ہو ساقیا
مجھے دے کے مے کھوج اُس کا بتا

نہ پائی کہیں یہاں جو اُس گل کی بو
کروں اب پرستان میں جست و جو

## داستان پرستان میں لیجانے کی

اُڑی جو پری واں سے لیکر اُسے
اُتارا پرستاں کے اندر اُسے

وہاں ایک تھا سبز کا اُس کی باغ
کہ جس کے گلوں سے ہو تازہ دماغ

ریاحین و گل اُس میں انواع کے
طلسمات گل اُس میں انواع کے

طلسمات کے سارے دیوار و در
نہ یہاں کے سے کوٹھے نہ یہاں کے سے گھر

مطلا منقش مشبک تمام
یہہ کہا ہو جو ہو دھوپ کا اُس میں نام

نہ آتش کا خطرہ نہ باراں کا ڈر
نہ سردی نہ گرمی کا اُس میں خطر

جُدے اور ملے سب گلوں کے مکاں
جہاں چاہئے جا کے رکھہ دیں وہاں

درخشندہ ہر سقف دالان کی
ہو دیوار جیسی چراغان کی

زمیں واں کی ساری جواہر نگار
اِدھر میں چمن اور ہوا میں بہار

کِسی کو ہو جس چیز کا اشتیاق
نظر آوے وہ چیز بالائے طاق

جو تھا ہر طرف ذی روح وحش و طیور
خراماں پھریں صحن میں دور دور

پھریں دن کو سارے وہ حیوان ہو
کریں رات کو کام انسان ہو

لگے ہر طرف گوہر شب چراغ
وہی دن کو گوہر وہی شب چراغ

بنائے ہوئے جال باہم نہاں
گل و غنچہ سب وہاں کے دور از خیال

صدا آپ سے آپ گھڑیال کی
کہیں ناچ کی اور کہیں تال کی

رہے وہاں کے حجروں کا جو در کھلا
تو دنیا کے باجوں کی آوے صدا

وگر بند کر دیجئے ایک بار
تو جوں ارغنوں راگ نکلیں ہزار

مکانوں میں مخمل کا فرش و فروش
بخطِ سلیمانی اُس پر نقوش

طلسمات کے پردے اور چلونیں
ارادے پہ دل کے اُٹھیں اور گریں

خواصیں پریزاد اُس میں تمام
پھریں گرد گرد اُس پری کے مدام

سرِ نہر بنگلا مرصع نگار
سراپا برنگِ گہر آب دار

رکھا شاہزادے کا اُس میں پلنگ
کھلا حسن سے اُس کے بنگلے کا رنگ

قضارا کھلی آنکھ اُس گل کی جو
نہ پائی وہاں شہر کی اپنے بو

نہ وے لوگ دیکھے نہ وہ اپنی جا
تعجب سے ایک ایک کو تک رہا

اچنبھے کا یہہ خواب دیکھا جو واں
لگا کہنے یارب میں آیا کہاں

زِبس تھا وہ لڑکا تو سہما بھی کچھہ
ہوا کچھہ دلگیر اور حیراں بھی کچھہ

سرہانے جو دیکھی مہ چاردہ ‖ کہی اجنبی سے وہ ایک رشک مہ
کہا کون ہی تو یہہ کسکا ہی گھر ‖ لے آیا مجھے کون گھر سے ادھر
پھرا منہہ کو اور لے اودھر سے نقاب ‖ دیا اُس پری نے یہہ ہنس کر جواب
خدا جانے تو کون میں کون ہوں ‖ مجھے بھی تعجب ہی میں کیا کہوں
پر اب تو تو مہمان ہی میرے گھر ‖ لے آئی ہی تجھکو قضا و قدر
یہہ گھر گو کہ میرا ہی تیرا نہیں ‖ پر اب گھر یہہ تیرا ہی میرا نہیں
ترے عشق نے مجھکو شیدا کیا ‖ ترا غم مرے دل میں پیدا کیا
چھڑا کر ترا تجھسے شہر و دیار ‖ یہہ بندی ہی لائی ہی تقصیر دار
پری ہوں میں اور یہہ پرستان ہی ‖ یہاں سب یہہ قوم پری جان ہی
کہاں صورت جن کہاں شکل انس ‖ غرض قہر ہی صحبت غیر جنس
پری کو ہوئی شادی اُس مہ کو غم ‖ پہ لاچار کیا کر سکے وہ صنم
کبھی یوں بھی ہی گردش روزگار ‖ کہ معشوق عاشق کے ہو اختیار
بجبر آ دل اپنا لگایا وہاں ‖ کہا اُس نے جو کچھ کہا اُس کو ہاں
ولیکن نہ عقل و نہ ہوش و حواس ‖ رہے وحشیوں کی طرح وہ اداس
کبھی اشک آنکھوں میں بھر لائے وہ ‖ کبھی سانس لیکر کہے ہائے وہ
وہ محلوں کی چھائیں وہ گھر کا سماں ‖ رہے روبرو دھیان میں ہر زماں

وہ شفقت جو ماں باپ کی یاد آئے — تو راتوں کو رو رو کے دریا بہائے

کبھی اپنی تنہائی پر غم کرے — کبھی اپنے اوپر دعا دم کرے

کرے یاد جب اپنے ناز و نعم — فغاں زیر لب وہ کرے دمبدم

بہانے سے دن رات سویا کرے — نہ ہو جب کوئی تب وہ رویا کرے

غرض اضطراب اس کو ہر حال میں — کہ جوں مرغ تڑپے نیا جال میں

غرض ماہ رخ اس پری کا تھا نام — پدر سے کیا تھا یہ پوشیدہ کام

کبھی گھر میں رہتی کبھی رہتی وہاں — کہ تا راز اس کا نہ ہووے عیاں

وہ پریوں میں از بسکہ تھی ذی شعور — نئی چیز لاتی تھی اس کے حضور

عجائب غرائب پرستان کے — دکھاتی تھی ہر شب اسے آن کے

نئے کھانے اور میوے اقسام کے — مہیا سب اسباب آرام کے

نئی کشتیاں روز پوشاک کی — خوش آمد سدا جانِ غمناک کی

نئے سوانگ وہاں کے نئے راگ رنگ — کہ تا دل لگے اور نہ ہووے یہ تنگ

شرابوں کے لیے شیشے چنے طاق میں — کہیں وہ کہ نکلے نہ آفاق میں

شراب و کباب و بہار و نگار — جوانی و مستی و بوس و کنار

---

نہ تھا اور کچھ غم تو اس کو وہاں — بجز از غم دوری دوستاں

اسی غم سے گھل گھل کے مرتا تھا وہ — سدا شمع ساں آہ کرتا تھا وہ

پری وہ جو تھی دل لگائے ہوئے | وہ بیٹھی تھی اُس کو اُڑائے ہوئے
وہ تھی نازنیں بھی بہت عقلمند | نہ کھانے سے کچھ اُس کے ہوتی تھی بند
کہا ایکدن اُس نے سُن بے نظیر | میرے دام میں تو ہوا ہی اسیر
تو ایک کام کر ایک پہر پھر کہیں | کیا کر تُو ایک سیرِ روئے زمیں
تو رُک رُک کے دل کو نکر اپنے بند | نہ پہنچے کہیں تیرے جی کو گزند
سرِ شام جاتی ہوں میں باپ پاس | اکیلا تو رہتا ہی اِس جا اُداس
یہہ گھوڑا میں دیتی ہوں کل کا تجھے | ولیکن یہہ دے تو مُچلکا مجھے
کہ گر شہر کی طرف جاوے کہیں | دیا دل کسی سے لگاوے کہیں
تو پھر حال ہو جو گنہگار کا | وہی حال ہو تجھ سے دلدار کا
کہا کہوں کہ میں تم کو جاؤنگا بھول | مجھے جو کہا تم نے سو سب قبول
کہا ماہ رُخ نے کہ تھے تیرے بخت | کہ بخشا تجھے میں سُلیماں کا تخت
جو اُترے تو کل اُس کی یوں جوڑیو | جو برعکس چاہے تو دوں موڑیو
زمیں سے لگا اور تا آسماں | جہاں چاہیو جائیو تو وہاں

## داستان گھوڑے کی تعریف میں

کہوں کیا میں اُس اسپ کی خوبیاں | پرندوں میں کب ہوں یہہ محبوبیاں
ذرا کل کو موڑے فلک پر ہوا | جو کہیے تو کہیئے اُسے باد پا

نہ کھاوے نہ پیوے نہ سووے کبھی | نہ تاپے نہ بیمار ہووے کبھی
نہ شتری نہ کمری نہ شب کور وہ | نہ وہ کہنہ لنگ اور نہ منہ زور وہ
نہ دندوں کا نے موتروں کا خلل | نہ پیشانی اوپر ستاروں کا بل
نہ ساپن نہ ناگن نہ بھونری کا ڈر | ہر ایک عیب سے وہ غرض بے خطر
یہ گھوڑا جو اس کل کے تھا بخشش کا | فلک سیر تھا نام اس رخش کا
سر شام وہ بے نظیر جہاں | اسی رخش پر ہو کے جاتا کہاں
ہر ایک طرف سے ہو گذرتا تھا وہ | وہیں ایک پہر سیر کرتا تھا وہ
پہر جب کہ بجتا تو پھرتا شتاب | کہ پھر قہر تھا ماہ رخ کا عتاب

داستان وارد ہونے میں بینظیر کے بدر منیر کے باغ میں اور شاہزادی کے عاشق ہونے میں

کدھر ہے تو اے ساقی شوخ رنگ | کہ آیا ہوں میں بیٹھے بیٹھے بہ تنگ
پلا مجھ کو دارو کوئی تیز و تند | کہ ہوتا چلا ہے میرا ذہن کند
میرے توسن طبع کو پر لگا | مجھے یہاں سے لیجا فلک پر اڑا
سنو ایک دن کی یہ تم واردات | اٹھا سیر کو بے نظیر ایک رات
ہوا ناگہاں اس کا ایکجا گذر | سہانا سا یک باغ آیا نظر
سفید ایک دیکھی عمارت بلند | کہ تھی نور میں چاندنی سے دو چند
وہ چھٹکی ہوئی چاندنی جا بجا | وہ جاڑے کی آمد وہ ٹھنڈی ہوا

وہ نکھرا رنگ اور مہ کا ظہور
لگا شام سے صبح تک وقت نور

یہہ عالم جو بھایا تو کوٹھے پہ آ
اُتر اپنے گھوڑے سے اور سیر کا

لگا جھانکنے اُس مکاں کے تئیں
کہ دیکھوں تو یہاں کوئی ہی یا نہیں

جو دیکھے تو ایسا کچھ آیا نظر
کہ سب کچھ گیا اُس کے جی سے اُتر

کہا جی سے اب تو جو کچھ ہو سو ہو
ذرا چل کے اِس سیر کو دیکھ لو

یہہ کہہ نیچے اُترا دبے پانوں وہ
نظر سے بچائے ہوئے چھانوں وہ

الگ کھول ہاتھوں سے وہاں کا کواڑ
چلا سایہ سا یہہ درختوں کی آڑ

تھے ایک طرف کنجان باہم درخت
کہ لپٹے ہوں جس طرح مشتاق سخت

لگا وہاں سے چھپ چھپ کے کرنے نظر
درختوں سے جوں ماہ ہو جلوہ گر

جو دیکھے تو صحبت عجب ہی وہاں
عجب چاندنی ہی عجب ہی سماں

عجب صورتیں اور طرفہ محل
چلا دیکھتے ہی دِل اُس کا نِکل

ہی جنس کی اُس کو جو اپنی بو
لگا تکنے حیرت سے حیران ہو

نظر آئی وہاں چاندنی کی بہار
کہ آنکھوں نے کی خیر گی اِختیار

در و بام یک لخت سارے سفید
ہر ایک طاق محرابِ صبح اُمید

مُعرّق زمیں پر تمامی کا فرش
جھلک جس کی لے فرش سے تا بعرش

زمیں کا طبق آسماں کا طبق
سنہری روپہری ہو جیسے ورق

بلور [illegible] دھرے ہر طرف سنگِ فرش  کہ جس سے منوّر تھی رنگِ فرش
[illegible] کے عالم پہ جس دم نگاہ  اور آیا نظر اُس کو ایک رشکِ ماہ
طرح اُس کی ہر دل کی مانوس تھی  کہ گویا وہ شیشے کی فانوس تھی
کہیں دیکھ اُس کے تئیں ہوشمند  پری کو کیا ہیگا شیشے میں بند
ہر ایک سمت وہاں نور کا اژدحام  لگے آئینہ قدِّ آدم تمام
لپیٹے ہوئے بادلوں سے درخت  زمین و ہوا صاحبِ تاج و تخت
مُتبب وہ چوپڑ کی پاکیزہ نہر  پڑے چشمۂ ماہ سے جس میں لہر
لبِ نہر پر صاف جو غور کی  تو پڑتی تھی وہ ایک بلّور کی
پڑے اُس میں فوّارے چھوٹتے ہوئے  ہوا بیچ موتی سے لٹتے ہوئے
مُقرّض پڑا اُس میں مُقیّش جو  گرا ماہ وہاں رشک سے پُرزے ہو
لیئے گود مُقیّش چھوٹے بڑے  سبھی مہ ستارے اُڑاویں کھڑے
غرض اپنی صنعت سے تاروں کو توڑ  زمیں کو فلک کا بناتے تھے جوڑ
ہوا میں وہ جُگنو سے چمکیں بہم  ماہیں جلوۂ مہ کو زیرِ قدم
فقط چاندنی میں کہاں طَور یہہ  کہ طُرّہ نہ جب تک ملے اور یہہ
زرافشاں ہوا زرفشاں  زمیں سے لگا آسمان زرفشاں
گل و غنچہ نسرین و تاج خروس  زوہین چمن سب جبینِ عروس

نیراماں زری پنوش ہر ماہ وش
کریں دیکھ کر مہر و مہ جن کو غش

کھڑا ایک شمگیرہ زرنگار
کہ تھے جس کی جھالر پہ موتی نثار

جڑاؤ وہ استادے الماس کے
ڈھلے ایک سانچے کے ایک راس کے

کھچی ڈور ہر طرف زرتار کی
لڑی جوں کناری کے ہوں ہار کی

کہوں کیا میں جھالر کی اس کی پھبن
کہ سورج کے ہو گرد جیسے کرن

مغرق بچھی مسند ایک جگمگی
کہ تھی چاندنی جس کے قدموں لگی

نہ پھولے سماتے تھے تکئے کھڑے
کہ تھے وے فقط حسن ہی سے بھرے

بلوریں صراحی وہ جامِ بلور
دل و دیدہ وقفِ تماشائے نور

زمیں نور کی آسماں نور کا
جدھر دیکھو اودھر سماں نور کا

چمن سارے داؤدیوں سے بھرے
جوانانِ شبو کے ہر جا پرے

ستاروں کا مہتاب میں حال یوں
کہ چونے میں پانی کے قطرے ہوں جوں

اگر کیجئے سائے اوپر نگاہ
تو ہی وہ بھی جوں سایۂ مہر و ماہ

کرے ہی نگہ جس طرف کو گذر
بجز نور آتا نہیں کچھ نظر

کرے کون سے حسن کو انتخاب
ہر ایک آئینے میں وہی ماہتاب

نظر جس طرف جائے نزدیک و دور
اسی ایک مہ کا ہی ہر جا ظہور

نکال اپنی وحدت سے کثرت میں آ
وہی نور ہی جلوہ گر جا بجا

نئے رنگ سے ہر طرف ماہتاب || وہی ایک نکتہ کہ جس کی کتاب
حقیقت میں تھی لیکن بصارت بھی ہو || کہ دیکھے نہ اُس کے سوا غیر کو

## داستان بدر منیر کی تعریف میں

گلابی میرے سامنے ساقیا || مہ چاردہ کو دکھا کر پلا
کہ دیکھے سے ہو جس کے دل کو سرور || نظر کام کر جائے نزدیک و دور
کروں اُس مکان کی مکیں کا بیاں || کہ ہے بعد خاتم نگین کا بیاں
وہ مسند جو تھی موج دریائے حسن || وہاں دیکھی ایک مسند آرائے حسن
برس پندرہ ایک کا سن و سال || نہایت حسین اور صاحب جمال
دئیے کہنی تکئے پہ ایک ناز سے || سر نہر بیٹھی تھی انداز سے
خواصیں کھڑیں ایدھر اودھر تمام || ستاروں کا جوں ماہ پر ازدحام
وہ بیٹھی تھی سج دھج بنائے ہوئے || دل اُس چاندنی پر لگائے ہوئے
اُدھر آسماں پر درخشندہ مہ || اِدھر یہہ زمیں پر مہ چاردہ
پڑا عکس دونوں کا جوں نہر میں || لگا لوٹنے چاند ہر لہر میں
نظر آئے اتنے جو ایکبار چاند || زمانے کے منہہ کو لگے چار چاند
عجب طرح کا حسن تھا جان فزا || کہ مہ روبرو جس کے تھا ٹھیکرا

بیاں اُس کی پوشاک کا کیا بیاں || وہ فقط ایک پشواز آب رواں

زبس موتیوں کی تھی سنجاف کل    کہے تو وہ بیٹھی تھی موتی میں تل
اور ایک اوڑھنی جوں ہوا یا حباب    جیسے دیکھ شبنم کو آوے حجاب
صباحت صفا اس میں جھلکی ہوئی    پری سر سے کاندھے پہ ڈھلکی ہوئی
گریبان میں تکمہ ایک الماس کا    ستارہ سا مہتاب کے پاس کا
وہ کرتی وہ انگیا جواہر نگار    نیا باغ اور ابتدا کی بہار
وہ چھب تختی اور اس کی کرتی کا چاک    ترا فے کی انگیا کسی ٹھیک ٹھاک
جھلک پائجامے کی دامن سے یوں    نظر آئے آئینے میں برق جوں
صفائی یہ پوشاک کی دیکھیو    نظر سوچ میں ہی کہ میلی نہ ہو
وہ ترکیب اور چاند سا وہ بدن    وہ بازو پہ ڈھلکے ہوئے نورتن
جڑاؤ وہ بالی کہ بالے کا رشک    وہ موتی کے مالے کہ عاشق کا اشک
وہ آنکھوں کی مستی وہ مژگاں کی نوک    کرن پھول کی اور بالے کی جھوک
وہ موتی کا ڈلڑا وہ موتی کا ہار    سدا اشک غمدیدہ جس پر نثار
لگا ڈھکدھکی پچلڑا ست لڑا    سراسر گلے حسن اس کے پڑا
جڑاؤ دھکتی وہ چنپا کلی    رہے جس سے الماس کو بیکلی
تلے اس کے موتی لگے گرد کل    کہ جوں شبنم آلودہ ہو برگ گل
جہاں گیریوں کا کروں کیا بیاں    کہ انگشتانہ تھا ہاتھوں سے اُن کے فغاں

جواہر سے مینے کی ہیکل جڑی        کمر اور کولے کے نیچے پڑی

فقط موتیوں کی پڑی پاے زیب        کہ جس کے قدم سے گھر پاے زیب

کسی کے کہاں ہاتھ وہ پانوں آے        جواہر جہاں پانوں پر پڑ کے جاے

سراپا اگر ہو زباں میرا تن        سراپا میں اُس کے کروں کیا سخن

سب اعضا بدن کے موافق دُرست        ہر ایک کام میں اپنے چالاک و چست

جہاں راستی چاہیئے راستی        کجی جس جگہہ چاہیئے واں کجی

وُہ مکھڑا جسے دیکھ مہ داغ کھاے        وُہ نقشہ کہ تصویر کو حیرت آے

جو کچھ چاہیے ٹھیک نکھ سکھ سے انگ        نزاکت بھرا سیوتی کا سا رنگ

کچھ ایک تمکنت اور کچھ ایک بانکپن        غرض ہر طرح میں انوٹھی پھبن

کرشمہ ادا غمزہ ہر آن میں        غرض دلبری اُس کے فرمان میں

تغافل حیا ناز و شوخی غرور        ہر ایک اپنے موقع سے وقتِ ضرور

تبسم تکلم ترحم ستم        موافق ہر ایک حوصلے کے کرم

وُہ ابرو کہ محرابِ ایوانِ حسن        جھکی شاخِ نخلِ گلستانِ حسن

نگہہ آفت و چشم عینِ بلا        مژہ دے صفوں کو اُلٹ برملا

[illegible]ش جب اُس کا تابندہ ہو        صدف کا دلِ صاف شرمندہ ہو

وُہ بینی کہ جس کی نہاں کچھ نظیر        ہی انگشتِ قدرت کی سیدھی لکیر

وہ رخسارِ نازک کہ ہو جائے لال
اگر اس پہ بوسے کا گذرے خیال

نہیں رطب و یابس کا یہاں کچھ حساب
بیاضِ گلو سب کی سب انتخاب

وہ ساعد وہ بازو بھرے گول گول
برابر ہو الماس کے جس کا مول

وہ دستِ حنا بستہ خوبی کے باب
شفق میں ہو جوں پنجۂ آفتاب

زبس مثل آئینہ تھا اس کا تن
کہے تو کہ تھی ناف عکسِ ذقن

کمر کو کہوں کیونکہ میں اس کی ہیچ
نہ آوے نظر تو ہی قسمت کا پیچ

وہ زانو کہ آجائے گر اس پہ ہاتھ
تو پھر عمر بھر ہاتھ زانو کے ساتھ

وہ ساقِ بلوریں وہ اندازِ پا
پھرے ہر سحر چشم و دل میں صدا

قد و قامت آفت کا ٹکڑا تمام
قیامت کرے جس کو جھک کر سلام

وہ اٹھکھیلیاں اور اس کی وہ چال
کہ دل جس سے عالم کا ہو پائمال

بنا کبک کیسی ہی گو چال لائے
کہاں پر وہ رفتار کو اس کی پائے

الگ چال اس کی کوئی کیا چلے
یہ انداز سب اس کے پاؤں تلے

عجب پشتِ پا صاف انگشتِ پا
کفِ پا دکھا دے سرِ پشتِ پا

مغرق جواہر سے یک جفت کفش
نہ وہ مفتِ پا بلکہ پا مفتِ کفش

یہ قدرت کا دیکھا جو اس نے خیال
کہا شاہزادے نے یا ذوالجلال

درختوں سے وہ دیکھتا تھا نہاں
کسی کی نظر جا پڑی ناگہاں

یہہ شہرہ چرچا جو پھیلا تو ظاہر ہوا — ہر ایک حال سے اس کے ظاہر ہوا

یہہ سن ایک مچی ایک وہاں سب کی سب — بھریں برگ گل کی طرح غنچہ لب

جو دیکھیں تو شمع سا روشن ہی کچھ — درختوں کا روشن سا آنگن ہی کچھ

کسی نے کہا کچھ نہ کچھ ہے بلا — کسی نے کہا چاند ہی یہاں چھپا

کسی نے کہا ہی پری یا کہ جن — کسی نے کہا ہے قیامت کا دن

لگی کہنے ماتھا کوئی اپنا کوٹ — ستارہ پڑا ہی فلک پر سے ٹوٹ

ہوئی صبح شب کا گیا اٹھ حجاب — درختوں میں نکلا ہی یہہ آفتاب

کسی نے کہا دیکھیو ای بوا — کھڑا ہی کوئی صاف یہہ مرد وا

کسی نے کہا یہہ تو دلدار ہی — کسی نے کہا کچھ یہہ اسرار ہی

یہہ آپس میں باتیں جو ہونے لگیں — اشاروں سے گھاتیں جو ہونے لگیں

گئی بات یہہ شاہزادی کے گوش — یہہ سنتے ہی جاتا رہا اس کا ہوش

کہا میں تو دیکھوں یہہ کہکر اٹھی — گیا سنسنا جی تو رہ کر اٹھی

خواصوں کے کاندھے پہ دھر اپنا ہاتھ — عجب ایک ادا سے چلی ساتھ ساتھ

کچھ ایک خوف سے ہول کھاتی ہوئی — دھڑک اپنے دل کی دکھاتی ہوئی

کئی رہ میں تھیں جو کچھ کچھ پڑھیں — دعائیں وہ پڑھ پڑھ کے آگے بڑھیں

گئیں جب وے کر کے دل اپنا کرخت — وہاں جس جگہہ تھے وے باہم درخت

لائیں سوہاں کنے سب کی سب وے شریر
یکا یک نظر واں پڑا بے نظیر

سو دیکھیں تو ہے ایک جوانِ حسین
کھڑا ہے وہ آئینہ ساں مہ جبین

برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن
مرادوں کی راتیں جوانی کا دن

ہوئی پشتِ لب سے مسوں کی نمود
بنا آتشِ لعل شیریں کا دود

گلے میں پڑا نیمہ شبنم کا ایک
بدن سے عیاں نور عالم کا ایک

تمامی کی سنجاف جلوہ کناں
کہ جوں عکسِ مہ زیرِ آبِ رواں

طرحدار ایک سر پہ پھینٹا سجا
تمامی کا پٹکا کمر سے بندھا

عجب پینچ سے پینچ بیٹھے تھے مل
کہ ہر پینچ پر پینچ کھاتا تھا دل

جواہر کا تکمہ گلے میں لگا
ستارہ ہو جوں صبح کا جگمگا

وہ موتی کی لٹکن زمرد کی ہر
لٹک جس کی زیبندہ دستار پر

وہ گورا بدن صاف ترکیب دار
پھرے دند پر نورتن کی بہار

ایک الماس کی ہاتھ انگشتری
سراسر حنا دست و پا میں لگی

عیاں چستی و چالاکی گات سے
نمودِ جوانی ہر ایک بات سے

بدن آئینہ ساں دمکتا ہوا
گلِ باغِ خوبی لہکتا ہوا

اکڑ زلف کی اور کاکل کا بل
جوانی کی شب کا سماں ہر محل

قیافے سے ظاہر سراپا شعور
جبیں پر برستا شجاعت کا نور

ولے عشق کی تیغ کھائے ہوئے | کھرا دل کسی پر لگائے ہوئے

یہہ دیکھا جو عالم تو غش کر گئیں | وہ جتنی کہ آئیں تھیں سو مر گئیں

شتابی سے جا کر کہا واں کا حال | کہ اِی شاہزادی صاحب جمال

عجب سیر ہی سیر مہتاب میں | یہہ عالم تو دیکھا نہیں خواب میں

کہے سے ہمارے نہ مانو گی تم | جو دیکھو گی آنکھوں تو جانو گی تم

اُٹھا پاے کاملوں کو جلدی نگار | نجاوے کہیں ہاتھہ سے یہہ بہار

نہیں اور کچھہ تم نہ سمجھو ہراس | چلی آؤ تک اِن درختوں کے پاس

گئی اُس جگہہ جب یہہ بدرِ مُنیر | اور اُس نے جو دیکھا شہ بے نظیر

گئے دیکھتے ہی سب آپس میں مِل | نظر سے نظر جی سے جی دِل سے دِل

غرض بے نظیر اور بدرِ مُنیر | گرے دونوں آپس میں ہو کر اسیر

رہی کچھہ نہ تن من کی سُدھہ بُدھہ اُسے | نہ کچھہ اپنے تن کی رہی سُدھہ اُسے

تھی ہمراہ ایک اُس کی دُختِ وزیر | نہایت حسین اور قیامت شریر

نزبس تھی ستارا سی وہ دلربا | اُسے لوگ کہتے تھے نجم النسا

شتابی سے لا اُس نے چھڑکا گلاب | تب آئی تنوں میں ذرا اُن کے تاب

وہ اُٹھنے تو اُٹھی پہ حیران سبی | گلِ شبنم آلودہ گریان سی

وہ شہزادۂ دل شدہ تو تھتک | وہیں رہ گیا نقشِ پا سا جھجک

کہ وہ نازنیں کچھ جھجک منہہ چھپا | کمر اور چوٹی کا عالم دکھا
چلی اُس کے آگے سے منہہ موڑ کر | دونوں نیم بسمل اُسنے چھوڑ کر
وہ گُدی وشانے وہ پُشت وکمر | وہ چوٹی کا کولے پہ آنا نظر

## داستان زُلف اور چوٹی کی تعریف و صُحبت اول کے بیان میں

پلا ساقیا ساغر مُشکبو | کہ ہی مجھہ کو درپیش تعریف مو
سر شام سے دے یہاں تک شراب | کہ مستی میں دیکھوں رُخ آفتاب
کروں اُس کے بالوں کا کیا میں بیاں | نہ دیکھا کسی رات میں یہہ سماں
وہ زُلفیں کہ دِل جس میں اُلجھا رہے | اُلجھنے سے جی جن کے سُلجھا رہے
وہ گُناہی وہ چوٹی لٹکتی صاف صاف | کناری کا پیچھے چمکتا مُباف
کہوں اُس کی خوبی کا کیا رنگ ڈھنگ | کہ جوں آخری شب ہو چھٹکے کا رنگ
نُمایاں تھی یوں اوڑھنی سے جھلک | کہ جوں ابر میں برق کی ہو چمک
مُبافِ زری نے کیا ہی غضب | دیا ہی گرہ دن کو دُنبالِ شب
سنگاروں میں گو سب سے ہی وہ اُتار | پہ کہتے ہیں چوٹی کا اُس کو سنگار
نہ ہو کیوں کہ چوٹی کا رُتبہ بڑا | کہ ایک نور ہی اُس کے پیچھے پڑا
گُل و سُنبل اُس پر سے قربان ہی | کہ اُس کی لٹک میں عجب آن ہی
لڑی تھی زبس سحر سے اُس کی ساتھہ | شب و روز کو دے رکھا اُس نے گانٹھہ

ولے ہاتھ آنا ہی اُس کا کٹھن ‏— کہ ہی فی الحقیقت وہ کالے کا من

اُلٹ کر نہ دیکھے اُسے ہوشیار ‏— کہ وہ ایک پتارہ ہی دُنبالہ دار

وُہ پیٹھ اُس کی شفاف آئینہ ساں ‏— تِس اوپر وُہ چوٹی کا پڑنا وہاں

کہوں اُس کے عالم کا کیا ماجرا ‏— کہ جوں ہووے دریا پہ کالی گھٹا

بھری تھی دلوں سے زبس اُس کی مانگ ‏— بہُت دِل لیے اُتنے کنگھی نے مانگ

دلِ عاشق اُس پر سے قُربان ہی ‏— کہ مشّاطے کا سر پر احسان ہی

کشاکش میں تھا ورنہ جینا تو ہیچ ‏— بھلے کو رکھا اُس نے ڈھیلا ہی پیچ

غرض حُسن کا اُس کے ہی سب یہ بھید ‏— جو چاہے کرے وُہ سیاہ و سُفید

کرے سُرخ جو کوئی اُس میں مُباف ‏— کرے خونِ دل اپنا اُس کو مُعاف

کیا قتل گو اُس نے دِل کو تو کیا ‏— شفق کا نہیں شام پر خوں بہا

کہاں تک کہوں اُس کی چوٹی کی بات ‏— کہ تھوڑا ہی سانپ اور بڑی ہی یہ رات

دیا شِعر کو گرچہ ہر بار طول ‏— ولیکن یہ ہو عرض میری قبول

بہُت موشگافی جو کی میں نے یہاں ‏— گھٹانے کی جاگہ نہ تھی درمیاں

تِس اوپر جو پوری نہ بیٹھی مِثال ‏— ہوئی ہی میری فکر مجھ پر وبال

اِس پیچ سے باہر آتا ہوں میں ‏— سماں ایک تازہ سُناتا ہوں میں

غرض وُہ مری جب دِکھا اپنے بال ‏— تو گویا کہ مارا محبّت کا جال

اداعیں سب اپنی دکھاتی چلی
چھپا منہہ کو اور مسکراتی چلی

غضب منہہ پہ ظاہر ولے دل میں چاہ
نہاں آہ آہ اور عیاں واہ واہ

یہہ ہی کون کم بخت آیا جو یہاں
میں اب چھوڑ کر اسنا جاؤں کہاں

یہہ کہتی ہوئی آن کی آن میں
چھپی جاکے اپنے وہ دالان میں

دیا ہاتھہ سے چھوڑ پردہ شتاب
چھپا ابر تاریک میں آفتاب

کہ اتنے میں آئی وہ دخت وزیر
فسوں پڑھ کے بولی کہ بدر منیر

مجھے چونچلے تو خوش آتے نہیں
تیرے ناز بیجا یہ بھاتے نہیں

میری طرف تک دیکھہ تو ہاے ہاے
مثل ہی کہ من بھاے منڈیا ہلاے

کیا ہی اگر تو نے گھایل اسے
تو مت چھوڑ اب نیم بسمل اسے

تنک ایک حظ اٹھا زندگانی کا تو
مزا دیکھہ اپنی جوانی کا تو

مے عیش کا جام اب نوش کر
غم دین و دنیا فراموش کر

یہہ حسن و جوانی یہہ جوش و خروش
غفور است ایزد تو ساغر بنوش

کہاں یہہ جوانی کہاں یہہ بہار
یہہ جوبن کا عالم بھی ہی یادگار

سدا عیش دوران دکھاتا نہیں
گیا وقت پھر ہاتھہ آتا نہیں

سبھی یوں تو دنیا کے ہیں کاروبار
ولے حاصل عمر ہی وصل یار

خوشا وہ زمانہ کہ دو ایک جگہہ
کریں یک دگر جلوہ مہر و مہ

کہاں چاہ والے ہیں یوسف عزیز
اری باؤلی چاہ میں کر تمیز

تیرے گھر میں آیا ہی مہماں غریب
یہہ ہی وارداتِ عجیب و غریب

شتابی سے مجلس کو تیار کر
تو اِس گل سے گھر رشکِ گلزار کر

بُلا ساقیانِ گل اندام کو
نگہہ ساتھہ گردش میں لا جام کو

شب و روز پی ملکے جامِ شراب
مہہ و مہر کو رشک سے کر کباب

یہہ سن سنکے وہ نازنیں مسکرا
لگی کہنے ۱۰ اچھا بھلا ری بھلا

میں سمجھی تیرا جی گیا ہی اُدہر
بہانے تو کرتی ہی کیوں مجھہ پہ دھر

لگی کہنے ہنس ہنس کے وہ ماہ وش
ہوئی تھی اُسے دیکھہ میں ہیں تو غش

مجھی پر تو چھڑکا تھا تم نے گلاب
بھلا میری خاطر بُلاؤ شتاب

یہہ اپس میں رمزوں کی باتیں ہوئیں
اشاروں کی باہم جو گھاتیں ہوئیں

بُلا لائی جا اُس جواں کنئیں
کیا میزباں میہماں کنئیں

بُلا ایک مکاں میں بٹھایا اُسے
محل کا سماں سب دکھایا اُسے

پھر اُس نازنیں کا پکڑ اُس نے ہاتھہ
بٹھایا ہی لا آخر اُس گل کے ساتھہ

پلا ساقیا مجھہ کو صہباے عیش
ملی ہی نصیبوں سے یہاں جاے عیش

بہم ملکے بیٹھے ہیں وہ رشکِ مہ
قِرانِ مہ و مہر ہی اِس جگہہ

ہر ایک برج روشنک گلستار ہی آج
بہارِ وصالِ غریباں ہی آج

بزور اُس کو لا کر بٹھایا جو واں
نہ پوچھ اُس گھڑی کی ادا کا بیاں

وُہ بیٹھی عجب ایک انداز سے
بدن کو چُرائے ہوئے ناز سے

مُنہہ آنچل سے اپنا چھپائے ہوئے
لجائے ہوئے شرم کھائے ہوئے

پسینا پسینا ہوا سب بدن
کہ جوں شبنم آلودہ ہو یاسمن

گھڑی دو تلک وُہ مہ و آفتاب
رہے شرم سے پانے بندِ حجاب

اُنھوں کے رُکے بیٹھنے سے خفا
ہوئی دل میں اپنے وُہ نجم النسا

گلابی کو لا اُس کے آگے دھرا
پیالے کو پھر جلد اُس نے بھرا

کہا شاہزادی کو بیٹھی ہی کیا
یہہ پیالا تو اِس بُت کے مُنہہ سے لگا

ذرا میری خاطر سے ہنس بول تو
لبِ لعلِ شیریں کو ٹک کھول تو

میں صدقے تیرے تجھہ کو میری قسم
کئی ساغر اِس کو پلا دمبدم

یہہ دیکھہ اُس کی منت پیالہ اُٹھا
اُدھر سے پھرا مُنہہ کو اور مُسکرا

کہا بادہ نوشی سے ہو جس کو ذوق
پئیے وُہ پیالہ نہیں اُس کا شوق

کہا شاہزادے نے ہنسکر کے یوں
پیوں میں کسی کے نہوڑے سے کیوں

غرض ہو کے آپس میں راز و نیاز
پئیے دو پیالے بصد امتیاز

پھر آخر کو شہزادے نے بھی اُٹھا
دیا ساغر اُس مہ کے مُنہہ سے لگا

جب آپس میں چلنے لگے جام مُل
مُندے غنچہ ساں دل کھلے مثل گل

ہوئی یکدگر پھر تو تفتیش حال — لگے ہونے آپس میں قال و مقال

کھلا بند جس دم در گفتگو — جوان نے حقیقت کہی مو بمو

کہی ابتدا سے جو گذری تھی سب — جتایا سب اپنا حسب اور نسب

پری کا یہہ احوال ظاہر کیا — چھپے راز سے اس کو باہر کیا

کہاتک پہرکی ہی رخصت مجھے — زیادہ نہیں اس سے فرصت مجھے

یہہ سن دل ہی دل بیچ کھا پیچ تاب — دیا شاہزادی نے اس کو جواب

مرو تم پری پر وہ تم پر مرے — بس اب تم ذرا مجھہ سے بیٹھو پرے

میں اس طرح کا دل لگاتی نہیں — یہہ شرکت تو بندی کو بھاتی نہیں

میں سمجھی ہوں تم کو بہت دور ہو — چلو اب کہیں یہاں سے کافور ہو

عبث تم سے کیوں دل لگاوے کوئی — بھلے چنگے دل کو جلاوے کوئی

بہے شمع ساں کیوں کوئی اشک سے — جلے کس لیئے آتش رشک سے

یہہ سن پانوں پر گر پڑا بے نظیر — کہا کیا کروں آہ بدر منیر

کوئی لاکھہ جی سے ہو مجھہ پر فدا — میں تجھہ پر فدا ہوں مجھے اُس سے کیا

کہا چل سر اپنا قدم پر نہ دھر — کسی کے مجھے دل کی کیا ہی خبر

یہے رمز و کنائے جو ہونے لگے — تو آپس میں ہنس ہنس کے رونے لگے

سنا ہی دل ہی میں آخرش دل کی بات — پہرج گئی اتنے عرصے میں رات

خبر رات کی سن اٹھا بے نظیر — کہا اب میں جاتا ہوں بدرِ منیر
اگر قید سے چھوٹنے پاؤنگا — تو پھر آج کے وقت کل آؤنگا
یہ مت سمجھیو ہوں میں آرام میں — کروں کیا پھنسا ہوں عجب دام میں
دِل اِس جا سے اُٹھنے کو کرتا نہیں — کوئی آپ سے جان مرتا نہیں
کرَم مجھ پہ رکھیو ذرا میری جان — میں دل چھوڑے جاتا ہوں اپنا یہاں

یہ کہہ اُس طرف وُہ روانہ ہوا — دِل اِس طرف اِس کا دیوانہ ہوا
گیا اپنے معمول سے بے نظیر — ایدھر کا ہوا قیدی اودھر کا اسیر
پری ساتھ کاٹی وہ جوں توں کے رات — اُٹھا صُبح ملتا ہوا اپنے ہاتھ
سماں شب کا آنکھوں میں چھایا ہوا — مزا دِل میں سارا سمایا ہوا
اُٹھے جو کوئی وصل کا دیکھ خواب — نہو وصل اور دل کو ہو اِضطراب
نئی بات کا لُطف پانا غضب — وُہ پہلے پہل دِل لگانا غضب
قلق دِل پہ یعنے کٹے روز کب — مِلے مُجھ سے شمعِ شب افروز کب
محبّت میں زُلفِ سیہ فام کی — لگا دیکھنے راہ پھر شام کی
وُہ دِن ہجر کا روزِ شامت ہوا — اُسے کاٹنا دِن قیامت ہوا
اِدھر کا تو احوال تھا اِس طرح — کہا میں نے کر مختصر جس طرح
ولے اب سُنو تم اُدھر کا بیاں — ہوا طرفِ ثانی پہ کیا حال واں

وہ شب اُس کو اندوہ و غم میں کٹی — گھڑی جو کٹی سو الم میں کٹی

رہی صورت آنکھوں میں جو یار کی — ہوئی یاد میں صبح رُخسار کی

کچھ اُمید دِل میں کچھ اِک جی کو یاس — لبوں پر ہنسی لیک چہرہ اُداس

لگا اُس کو بانوں میں نجم النسا — لگی کہنے جی چاہتا ہے مرا

کہ تو آج کر خوب اپنا سنگار — مجھے حُسن کی اپنے دِکھلا بہار

لگی کہنے چل ری دِوانی نہ ہو — کوئی چیز اپنی بیگانی نہ ہو

کروں کس کی خاطر میں اپنا سنگار — وہ ہے کون جس کو دِکھاؤں بہار

غرض شاہزادی بہت دور تھی — یہ شکل اُس کو پہلے ہی منظور تھی

نہا دھو کے اُس روز ایسی بنی — کہ دو دِن کی، سچ مچ ہو جیسی بنی

وہ مکھڑے کا عالم وہ کنگھی کا رنگ — شبِ ماہ ہو دیکھ کر جس کو دنگ

وہ مِسّی اور اُس کی لبِ لعل فام — سوادِ دیارِ بدخشاں کی شام

وہ آنکھوں کا عالم وہ کاجل غضب — کہے تو پری نرگستاں میں شب

تبسّم تِس پہ سُرمے کی تحریر سی — کھچی ہاتھ کافر کی شمشیر سی

لکھوٹا وہ پانوں کا مِسّی کے ساتھ — کہ جوں دامنِ شب شفق کے ہو ساتھ

وہ پشواز ایک ڈانک کی جگمگی — ستاروں کی تھی آنکھ جس پر لگی

اور ایک اوڑھنی جالی مُقیش کی — پری چاندنی سی مہ عیش کی

جو دیکھے وہ انگیا جواہر نگار — فرشتہ ملے ہاتھ بے اختیار

وہ باریک کرتی مثالِ ہوا — عیاں مو بمو جس سے تن کی صفا

وہ ہلکا سرخ نیفے کی ابھری ہوئی — گلابی سی گرد اک تہہ دی ہوئی

جھلک پائجامے کی دامن سے یوں — کہ روشن ہو فانوس میں شمع جوں

مُغرق زری کا وہ شلوار بند — ثریا سے تابندگی میں دوچند

سری پاؤں میں کفش زریں نگار — ستاروں کی جس کے زمیں پر بہار

لگا پا سے وہ نازنیں تا بفرق — سراپا جواہر کے دریا میں غرق

کتھئی ہوئی وہ ترکیب اور وہ بدن — وہ پوشاک و زیور کی اس پر پھبن

وہ چوب تختی اس کی نزاکت نژاد — چمن زارِ قدرت کا نخلِ مراد

بھری مانگ موتی سے جلوہ کناں — نمایاں شب تیرہ میں کہکشاں

وہ ماتھے پہ بینے کی اس کے جھلک — سحر چاند تاروں کی جیسی چمک

ہوس ہو نہ دیکھ اس کے زیور کو پھر — کہے تو کہ ٹیکا تھا سب اس کے سر

وہ بالے کی تابندگی زیر گوش — جسے دیکھ اڑ جائیں بجلی کے ہوش

وہ ہیرے کا تکمہ بصد آب و تاب — وہ صبح گلو مطلع آفتاب

وہ تکمے پہ چنپا کلی کی پھبن — کہ سورج کے آگے ہو جیسے کرن

وہ چھاتی پہ الماس کی دھکدھکی — رہے آنکھ سورج کی جس پر جھکی

وہ موتی کے مالے لٹکتے ہوئے
دلہن دل جہاں سر پٹکتے ہوئے

وہ الماس کی ہیکل ایک خوشنما
تصور رہے جس کا دل سے لگا

وہ بھج بند بازو کے اور نورتن
کہ جوں گل سے ہو شاخ زیبِ چمن

وہ پونہچی زمرد کی اور دست بند
نزاکت میں تھی شاخِ گل سے دوچند

وہ لعلوں کی پازیب آویزہ دار
سدا اشکِ خونی ہو جس پر نثار

وہ مینے کے پاؤں میں چھلے تھے گُل
کہ آنکھوں سے دل اُن پہ کھاتے تھے گُل

وہ بالوں کی بو رشکِ مشکِ ختن
وہ ڈوبا ہوا عطر میں تن بدن

زمیں سے معطر ہوا تا فلک
زمانہ گیا اُس کی بو سے مہک

کیا اس طرح کا جب اُس نے سنگار
ہوئے مہر و مہ اُس کے مُنہ پر نثار

فلک تک گئی حسن کی اُس کے دھوم
لیا ہاتھ مشاطے نے اپنا چوم

خواصوں نے گھر کو دیا انتظام
تماشی کے پردے لگائے تمام

بچھا فرش اور کر چھپر کھٹ کو صاف
مرصع کا اُس پر اُڑھا کر غلاف

وہ نرگس کے دستے جو آفاق میں
نہ نکلیں سو لا کر چنے طاق میں

ولایت کے میوے دھرے ہر طرف
کہ انتخاب وہ بھی اُن کی کلی پر سے صرف

دھرے لخلخے جو اُس ایوان میں
ہوا آوے گم منہ بند عطر دان میں

دھریں ایک طرف کیاریاں بے شمار
چنی ایک طرف ڈالیوں کی قطار

چھپرکھٹ کے پاس ایک مسند بچھا — اور اُس پر تمامی کے تکئے لگا

چنابیر بن بنا اور رکھا پاندان — قرینے سے اُس میں رکھے اور پان

مُرصع کے تھے عطر دان کئی دھرے — انوٹھی گھرت کے کئی چوگھرے

سرہانے مُجلّد دھری ایک کتاب — ظہوری نظیری کا کُل انتخاب

قلمدان بھی ایک نزاکت بھرا — قرینے سے زیرِ چھپرکھٹ دھرا

دھری ایک بیاض اور رشکِ چمن — پُراز شعرِ سودا و میر و حسن

دھرا ایک طرف گنجفہ خوش قماش — دھری چوپڑ اک طرف کو غم تراش

بچھی ایک چوکی پرا تورہ پوش — کریں دیکھ کر غش جسے بادہ نوش

صُراحی و ساغر شراب و کباب — دھرا اُس پہ ساقی نے کر انتخاب

ولے اُس کو رکھا چھپائے ہوئے — کہ چھپتی نہیں مُنہ لگائے ہوئے

کہا خاصہ پز کو خبر دار کر — کہ رکھیو تو خاصے کو تیار کر

یہ سب کچھ ہوا جب کہ آراستہ — خراماں ہوئی سروِ نو خاستہ

سرِ شام لے ہاتھ میں ایک چھڑی — ولیکن چھڑی وہ کہ جگنوں جھڑی

روش پر لگی پھرنے ایدھر اُدھر — کہ چھپ جائے سورج اُسے دیکھ کر

## داستان دوبارہ بینظیر کے آنے اور باہم بے تکلف مُلاقات کرنے کی

پلا مُجھ کو ساقی شرابِ وصال — کہ اب ہجر سے تنگ ہی میرا حال

ترپھتا تھا ادھر جو وہ بے نظیر ہوئی شام بارے تو چھوٹا اسیر

پر اس نے بھی اتنا توقف کیا کہ اکدن میں جوڑے کو دھانی رنگا

تمامی کی سنجاف کر کے درست بنا جلد جلد اور پہن تنگ و چست

پہن لعل و یاقوت کے تو رتن وہ گل اس طرح ہو کے رشک چمن

فلک سیر پر ہو شتابی سوار ہوا آسمان پر ہوا ایکبار

اکایک جو وارد ہوا اس جگہہ کہ جس جا خراماں تھی وہ رشک مہ

نظر نازنیں کی جو اس پر پڑی ہوئی جا درختوں کے او جہاں کھڑی

کیا چھپ کے عالم پہ اس کے جو دھیان تو دیکھا عجب رنگ سے وہ جوان

کہ دھانی ہی جوڑا گلے میں پڑا چھپا سبزے میں چاند سا ہی کھڑا

کہے تو کہ شب چاند نے آن کے اکالا تھا منہ کھیت سے دھان کے

وہ حسن اور پوشاک اور وہ شباب زمرد میں جوں جلوۂ آفتاب

سنان دیکھ اس شعلۂ سبز کا ہوئی اور جلنے لگی اس کو ہوا

خواصیں جو تھیں دم بخود جان کر کہا ایک ہمراز نے آن کر

کہ اب کس طرف ان کو پہنچائیے جہاں حکم ہو جا کے بٹھلائیے

کہا وہ جو آراستہ ہی مکان ادھر سے تو دونوں ہو کے لیجا وہاں

کہے کے بموجب اٹھا کر نقاب چھپا اس کو لا کر بٹھایا شتاب

وہ بیٹھا جو خلوت میں آ بے نظیر ۔ اور ایدھر سے آئی جو بدرِ منیر

اسے دیکھ اِس نے تو پھر غش کیا ۔ لباس اور زیور سے عش عش کیا

زبس حوصلے نے جو تنگی سی کی ۔ حیا عشق نے خانہ جنگی سی کی

پکڑ ہاتھ مسند پہ کھینچا اُسے ۔ محبت کے رشتے میں اینچا اُسے

لگی کہنے ہے ہے میرا چھوڑ ہاتھ ۔ یہ گرمی ہے جس تس سے ہے اُس کے ساتھ

اری ظالم ایک دم تو تو بیٹھ جا ۔ ذرا میرے پہلو سے تکیہ لگا

تڑپتا ہے کب سے پڑا میرا دل ۔ ذرا کھول آغوش اور مجھ سے مل

غرض آخرش بعد راز و نیاز ۔ وہ مسند پہ بیٹھی بصد امتیاز

ہوا پھر جو صہبائے گلگوں کا دور ۔ ہوا اور ہی اور کچھ وہاں کا طور

ہوئے جب وے بدمست دونادر رو ۔ لگی ہونے اُن میں عجب گفتگو

کہ دستے جو نرگس کے تھے واں ہزار ۔ لگے دیکھنے آنکھ بے اختیار

خواصیں جو تھیں روبرو ہٹ گئیں ۔ بہانے سے ہر کام کے بٹ گئیں

غرض رفتہ رفتہ وہ مدہوش ہو ۔ چھپر کھٹ میں لیٹے ہم آغوش ہو

لگے پینے باہم شراب و صال ۔ ہوا نخلِ اُمید سے وہ نہال

لبوں سے ملے لب دہن سے دہن ۔ دلوں سے ملے دل بدن سے بدن

ملیں آنکھ سے آنکھ خوشحال ہو ۔ گئیں حسرتیں دل کی پامال ہو

لگی جاکے چھاتی جو چھاتی کے ساتھ | چلے ناز و غمزے کے آپس میں ہاتھ
کسی کی گئی چولی آگے سے چل | کسی کی گئی چین ساری نکل
غم و درد دامن کشیدہ ہوئے | وہ گل نا رسیدہ رسیدہ ہوئے
لیا کھینچ اُنھوں نے جو پردا شتاب | چھپے ایک ہو دو مہ و آفتاب
لگی ہونے بے پردہ جو چھیڑ چھاڑ | درِ حسن کے کھل گئے دو کواڑ
اُٹھے ہوکے باہم سحابِ اُمید | کوئی سرخ رو اور کوئی روسفید
چھپرکھٹ سے باہر رکھ اپنے قدم | نکل آئے بھرتے محبت کا دم
نشے سے وہ لذت کے بیہوش ہو | گئے بیٹھ مسند پہ خاموش ہو
عرق میں اِدھر غرق وہ مہ جبیں | گئے کھنچی آنکھیں اُدھر ناز نیں
یہ بیٹھے تھے خوش ہوکے باہم اِدھر | کہ اتنے میں اودھر سے باجا گجر
گجر کے وہ بجتے اُٹھا بے نظیر | ہوئی غم کی تصویر بدر منیر
نہ بولی نہ کی بات نے کچھ کہا | نہ دیکھا اُدھر آنکھ اپنی اُٹھا
کہا مجھ سے پیاری نہ بیزار ہو | پھر آؤنگا بولی کہ مختار ہو
خفا ہونے سے اُس کے وہ نوجواں | گیا تو ولے منہ پر آنسو رواں
ہوئے دل جو دونوں کے آپس میں بند | لگی ہجر سے جی پر آنے گزند
بندھا پھر تو معمول اُس کا مدام | کہ ہر روز آنا اِدھر اُس کو شام

پہر رات تک ہنسنا اور بولنا — در عشق اور حسن کو کھولنا

کبھی ہجر سے اُن کو ہونا ملول — کبھی وصل سے بیٹھنا پھول پھول

پیالا جلد ساقی مجھے بھر کے جام — کہ ہی چرخ بھی در پہی انتقام

یہہ دو دل کو ایک جا بتاتا نہیں — کسی کا اِسے وصل بھاتا نہیں

یہہ ہی دشمنِ وصل و دل سوزِ ہجر — کرے ہی شبِ وصل کو روزِ ہجر

جدائی اُنھوں کی خوش آئی اِسے — یہہ اتنی بھی صحبت نہ بھائی اِسے

کسی دیو نے دی پری کو خبر — کہ معشوق عاشق ہوا اور پر

یہہ سُنکر وُہ شعلہ بھبھوکا ہوئی — لگی کہنے ایش یہہ بلا کیا ہوئی

قسم مجھ کو حضرت سلیمان کی — ہوئی دشمن اب اُس کی میں جان کی

کہا دیو سے ذرے مجھے تو بتا — کہا وُہ کسی باغ میں تھا کھڑا

کوئی نازنین سی تھی ایک اُس کے ساتھ — کھڑی تھی دئے ہاتھ میں اُس کے ہاتھ

قضارا اُڑا میں جو ہو کر اُدھر — وو دونوں مجھے واں پڑے تھے نظر

یہہ اُڑتی سی اُس کی خبر سُن پری — کہا دیکھنے پاؤں اُس کو ذری

تو کہا جاؤں کچّا اُسے موت ہو — لگی ہی پری اب تو وُہ سوت ہو

وُہ آوے تو آگے مرے نابکار — گریبان کو اُس کے کروں تار تار

یہی قول و اقرار تھا میرے ساتھ — بھلا دامن اُس کا ہی اور میرا ہاتھ

ہمارے بزرگوں نے سچ ہی کہا | کہ ہیں آدمی زاد کُل بے وفا
غضبناک بیٹھی تھی یہہ تو اُدھر | کہ اِتنے میں آیا وُہ رشکِ قمر
اُسے دیکھ غصّے میں وُہ ڈر گیا | کہی تو کہ جیتے ہی جی مر گیا
بلا سی وُہ دیکھ اُس کے پیچھے لگی | کہا سُن تو اے موذی و مُدعی
مجھے سیر کو میں نے چھوڑا دیا | کہ اُس آدمی زادی کو جوڑا دیا
الگ ہم سے یوں رہنا اور چھوٹنا | یہہ اوپر ہی اوپر مزے لوٹنا
مچاگا دیا تھا نہ تو نے یہی | بھلا اُس کا بدلا نہ لوں تو سہی
پھرا جیسے راتوں کو دل شاد تو | کریگا دنوں کو بہت یاد تو
مزا چاہ کا دیکھ اپنی ذرا | جتاتی ہوں کیسے کوئی رہ بھلا
تجھے جی سے ماروں تو کیا اے غریب | ولے چاہتے تھے سے تیرے نصیب
کہ چاہِ الم میں پھنساؤں تجھے | ہنسا ہی تو جیسا رلاؤں تجھے
یہہ کہہ اور بُلا ایک پری زاد کو | کہا سُنیو اُس کی نہ فریاد کو
اِسے کھینچتا یہاں سے لیجا شتاب | وُہ صحرا جو ہے درد و محنت کا باب
کوا اُس میں جو ہے مُصیبت بھرا | کئی من کا پتھر ہے اُس پر دھرا
اِسے جاکے اُس چاہ میں بند کر | وہی سنگ پھر اُس کے مُنہہ پر تو دھر
سہ پہر شام کھانا کھلانا اسے | اور ایک جام پانی پلانا اسے

نہ چُوں سِوا اِس کے جو کچھ کہے
یہی اِس کا معمول دائم رہے

گری اس پہ جو آسمانی بلا
دِل اُس نازنیں کا ہوا ہو چلا

یہ سُن دیو اُس گل کے نزدیک آ
پکڑ ہاتھ اُس کا فلک پر اُڑا

ہوا یوں جو اُس بختِ وارُوں کا اَوج
چلی آہ و نالے کی ساتھ اُس کے فوج

کہا دل یہ رُتبہ جو کچھ آج ہی
یہی عشق کی جان مِعراج ہی

کیا بند پھر جا کے اُس چاہ میں
کوا وُہ جو تھا قاف کی راہ میں

وُہ یوسف کوئے میں ہوا جب کہ بند
ہوا اُتنے پستی کا رُتبہ بلند

کھلے اُس کوئے کے یکایک نصیب
کہ آیا وُہ اُس میں مہِ دِل فریب

منوّر وُہ گھر اُس کا سارا ہوا
کوئے کی وُہ پتلی کا تارا ہوا

اندھیرا پڑا تھا سو روشن ہوا
شبِ تیرہ میں سانپ کا من ہوا

ولے پانون جب اُس کا تہہ پر گیا
کوا اُس کے اندوہ سے بھر گیا

زمیں میں سمایا تحیّر سے آب
گئے سوکھ آنسو کوئے کے شتاب

ہوا وہاں سے اوپر گئی کانپ کانپ
کوئے نے لیا سنگ سے مُنہہ کو ڈھانپ

دِل اُس نازنیں کا دھڑکنے لگا
جگر ٹکڑے ہو کر پھڑکنے لگا

اندھیرے اُجالے نہ نکلا [illegible]
ہوا قید آ اُس اندھیرے میں سو

نکلنے کی سوجھی نہ وہاں اُس کو راہ
ہوا اُس کی آنکھوں میں عالم سیاہ

فغاں کی بہت اور پکارا بہت — سر اپنے کو ہر طرف مارا بہت

پکارا وہ جس تس کو فریاد کر — نہ پہنچا کوئی کارواں بھی اُدھر

نہ مونس نہ غمخوار اُس کا کوئی — نہ تھا جز خدا یار اُس کا کوئی

وہی چاہِ تاریک اُس کا رفیق — وہی سنگ سر پر بجائے شفیق

ہوا بھی نہ واں جس سے کچھ وہاں ہو — کوئے کی سنے کون آواز کو

کوا ہی مدام اُس کا ہمدم رہے — جو اُس سے سنے وہی اُس سے کہے

کوا اُس کو پوچھے وہ پوچھے اُسے — اندھیرے سوا کچھ نہ سوجھے اُسے

سیاہی میں جیسے وہ کافر کا دل — صعوبت میں اُس سے جہنم خجل

نہ شب کی سیاہی نہ واں دن کا نور — سدا ظلمتِ غم کا اُس جا ظہور

غم و درد الفت کو کھا کھا جئے — لہو پانی اپنا کوئے میں پئے

اِس اندھیر کو کیا لکھوں اب میں آہ — قلم کے نکلتے ہیں آنسو سیاہ

نہ تھا وہ کوا تھا ستونِ الم — نشانِ شبِ آفت و درد و غم

غرض مختصر یہاں سے اِس غم کی بات — لگا رہنے اُس میں وہ آبِ حیات

نہیں مخلصی سوجھتی اب اُسے — نکالے خدا دیکھیے کب اُسے

پھنسا اِس طرح سے جو وہ بے نظیر — پڑی بے قراری میں بدرِ منیر

[illegible]ن میں جو ہوتی ہے چاہ — تو ہوتی ہے دل کے تئیں دل سے راہ

قلق واں جو گزرا تو یہاں غم ہوا ‎ ‎ رُکا جی وہاں یہاں خفا دم ہوا
کئی دِن جو آیا نہ وہ رشکِ ماہ ‎ ‎ نظر میں ہوا اُس کی عالم سیاہ
لگی کہنے نجمُ النسا سے بوا ‎ ‎ خُدا جانے اُس شخص پر کیا ہوا
کہا اُس نے بی تم کو سودا ہی کچھ ‎ ‎ وہ معشوق ہی اُس کو پروا ہی کچھ
خُدا جانے کِس شغل میں لگ گیا ‎ ‎ میری جِس پہ ہی اِتنا بھی ہونا فِدا
وہ رہ رہ کے تم کو دِلاتا ہی چاہ ‎ ‎ عبث آپ کو تم کرو مت تباہ
رُکے جو کوئی اُس سے رُک جائیے ‎ ‎ جُھکے آپ سے وہ تو جُھک جائیے
تفوّل بھلا کچھ نِکالا کرو ‎ ‎ ذرا آپ کو تم سنبھالا کرو
یہ سُن چُپ رہی دِل میں کھا پیچ و تاب ‎ ‎ دیا کچھ نہ اِس بات کا پھر جواب
گئے اُس پہ جب دِن کئی اور بھی ‎ ‎ بگڑنے لگے پھر تو کچھ طور بھی
دِوانی سی ہر طرف پھرنے لگی ‎ ‎ درختوں میں جاجا کے گرنے لگی
ٹھہرنے لگا جان میں اِضطِراب ‎ ‎ لگی دیکھنے وحشت آلودہ خواب
تپِ ہجر گھر دِل میں کرنے لگی ‎ ‎ دُرِ اشک سے چشم بھرنے لگی
خفا زِندگانی سے ہونے لگی ‎ ‎ بہانے سے جاجا کے سونے لگی
تپِ غم کی شِدّت سے پھر کانپ کانپ ‎ ‎ اکیلی لگی رونے مُنہہ ڈھانپ ڈھانپ
نہ اگلا سا ہنسنا نہ وہ بولنا ‎ ‎ نہ کھانا نہ پینا نہ لب کھولنا

جہاں بیٹھنا پھر نہ اُٹھنا اُسے — محبت میں دن رات گھُٹنا اُسے

کہا گر کسی نے کہ بی بی چلو — تو اُٹھنا اُسے کہہ کے ہاں جی چلو

جو پوچھا کسی نے کہ کیا حال ہی — تو کہنا یہی ہی جو کچھ احوال ہی

کسی نے جو کچھ بات کی بات کی — پھر دن کی جو پوچھی کہی رات کی

کہا گر کسی نے کہ کچھ کھائیے — کہا خیر بہتر ہی منگوائیے

کسی نے کہا سیر کیجے ذرا — کہا سیر سے دل ہی میرا بھرا

جو پانی پلانا تو پینا اُسے — غرض غیر کے ہاتھ جینا اُسے

نہ کھانے کی سُدھ اور نہ پینے کا ہوش — بھرا دل میں اُس کے محبت کا جوش

چمن پر نہ مائل نہ گل پر نظر — وہی سامنے صورت آٹھوں پہر

نہ گفتہ اُسی سے سوال و جواب — سدا رو برو اُس کے غم کی کتاب

جو آجائے کچھ ذکرِ شعر و سخن — تو پڑھنا یہ دو تین شعرِ حسن

## غزل

یہ کیا عشق آفت اُٹھانے لگا — میرے دل کو مجھ سے چھڑانے لگا

ملا میرے دلبر کو مجھ سے خدا — نہیں تو میرا جی ٹھکانے لگا

گنہ چشم خونباز کا کچھ نہیں — میرا دل ہی مجھ کو ڈبانے لگا

تو اتنا ہنسایا نہ تھا — کہ جس کے عوض یوں رلانے لگا

نہیں مجھ کو دشمن سے شکوہ حسن
میرا دوست مجھ کو ستانے لگا

غزل یا رباعی و یا کوئی فرد
اسی ڈھب کی پڑھ سا کہ ہو جس میں درد
سو یہ بھی جو مذکور نکلے کہیں
نہیں تو کچھ اس کی بھی خواہش نہیں
سبب کیا کہ دل سے تعلق ہی سب
نہ ہو دل تو پھر بات بھی ہی غضب
گیا ہو جب اپنا ہی جیورا نکل
کہاں کی رباعی کہاں کی غزل

## داستان بدر منیر کے غم و اندوہ میں اور حسن بانو کے بہلانے میں

گلابی میں غنچے کی بھر کر شتاب
پلا ساقیا کیفی کی شراب
پیالے میں نرگس کے دے میری جان
کہ دیکھوں میں کیفیت بوستان
حکایت کروں ایکدن کی رقم
کہ دنیا میں توام ہیں شادی و غم
اٹھی سوتے ایکدن وہ رشک پری
کہا جاکے دیکھوں چمن کو ذری
مگر غنچہ ساں کچھ کھلے میرا دل
کہ غم نے کیا ہی نپٹ مضمحل
زبس گل سے آتی ہی بو یار کی
ہوا پھر ہوئی اس کو گلزار کی
پھر ایکدن تھا کہ منہ ہاتھ دھو
چلی اٹھ کے دالان سے سیر کو
زمرد کا مونڈھا چمن پر بچھا
وہ بیٹھی عجب آن سے دلربا
کہ زانو پہ ایک پانو کو رکھ لیا
اور ایک پانو مونڈھے سے لٹکا دیا

نہ پوچھ اُس کے پائے نگارین کا حال — زبانِ حنا وصف میں جس کے لال

کیا [illegible] اور بندق سے لالہ کو داغ — نہو ایسی کیفیت پائیں باغ

طلائی کڑے اور کنگن کا وُہ رنگ — سنہری شفق جس کو ہو دیکھ دنگ

جواہر کے چھلّے بھرے پور پور — زری کی تنکی جیسے مخمل پہ قور

زبس سوتے اُٹھی تھی وُہ نازنیں — پڑی تھی عجب ڈھب سے چینِ جبیں

خماری وُہ آنکھیں وُہ انگڑائیاں — وُہ جوبن کے عالم کی سرسائیاں

جوانی کا موسم شروع بہار — وُہ سینے سے جوبن کا اُس کے اُبھار

نشے میں وُہ آ حُسن کے بیٹھنا — وُہ چھپ تختی اپنی کو دیکھ اینٹھنا

خواص ایک حُقّہ لیئے تھی کھڑی — کہ لالہ کی پتّی تھی اُس میں پڑی

وُہ شیشے کا حُقّہ مُرصّع کا کام — مُغرّق زری کا وُہ نیچہ تمام

ولے ایک اُس پر پڑا تھا جو پیچ — یہ سب اُس کے آگے تھا گویا کہ ہیچ

لبِ نازک اوپر وُہ مُنہہ نال دھر — نکالے تھی پردے میں دودِ جگر

اِدھر اور اُدھر ہر طرف تھی نگاہ — کسی کی کوئی جیسے تکتا ہو راہ

خوا[illegible] گرد و پیش — جو تھیں اپنے عُہدے پہ حاضر ہمیشہ

[illegible]ور جہاں کے [illegible] پیکدان — کوئی لے چنگیر اور کوئی ہار پان

[illegible] بیاں بنی [illegible] و چمن — [illegible]س اور زیور سے ہر ایک درست

کریں نیچے آنکھیں کیسے باادب
اُسی شرم سے ہر قیامت غضب

وُہ آنکھیں کہ کرتی تھی جیدھر نگاہ
اُدھر عشق میں آتے دِل کرکے آہ

کئی ہمدم اُسہی کی جو تھیں ماہ رو
بچھائے ہوئے کرسیاں سو بسو

برابر برابر اِدھر اور اُدھر
وُہ گرد اُس کے بیٹھیں تھیں بایکدگر

سماں اُس گھڑی کا کہوں کیا میں آہ
ستاروں میں آوے نظر جیسے ماہ

عجب حُسن تھا باغ میں جلوہ گر
کہ ہر گُل کی تھی اُس کے مُنہہ پر نظر

چمن اُس گھڑی بر سرِ جوش تھا
گُل و غنچہ جو تھا سو بیہوش تھا

زبس عطر میں تھی وُہ ڈوبی ہوئی
دو بالا ہر ایک گُل کی خوبی ہوئی

مُعطر ہوا اور گُل کا دِماغ
کہ مہکا تمام اُس کی خوشبو سے باغ

پڑا عکس جو اُس کا طرفِ چمن
ہوا لالہ گُل اور گُل نسترن

درختوں پر اُس کی پڑی جو جھلک
زمرد کو دی اور اُس نے چمک

ہوئی اُس کے بیٹھے سے گلشن کو زیب
گیا اُڑ صبا کا بھی صبر و شکیب

چمن نے جو اُس گُل کی دیکھی بہار
ہوا دیکھ اپنے گلوں کو فگار

گُل و غنچہ و لالہ آپس میں مِل
لگے کہنے اِس باغ کا [illegible] دِل

گئی جی سے بلبل کے گلشن کی چاہ
ہوئی سرو کی شکل قُمری کو آہ

ہوئے واں کے آئینہ دیوار و در
وُہ مہ سب کے دِل میں ہوئی جلوہ گر

غرض اتنے میں، کچھ جی میں جو آ گیا | ادا سے لگی کہنے وہ دلربا

کوئی ہے وہاں ذرا جائیو | مری حسن بائی کو لے آئیو

عجب وقت ہے اور عجب ہے سماں | کرے دو گھڑی آ کے مجرا یہاں

خفا ہوں مرا جی بھی نا مشغول ہو | کوئی دم تو داغِ جگر پھول ہو

کسی طرح سے دل تو لگتا نہیں | جلے ہے جگر دل سلگتا نہیں

یہ سنتے ہی دوڑی گئی یک نگار | لیا حسن بائی کو اس نے پکار

وہ آنے لگی کافر اس آن سے | کہ جانے لگا جی مسلمان سے

عجب حال سے وہ چلی نازنیں | کہ مستی میں پاؤں کہیں کا کہیں

وہ خلقت کی گرمی وہ دامن پہنا | نشے میں بھبھوکا سا چہرہ بنا

لٹیں منہ پہ چھوٹی ہوئیں سر بسر | کہ بدلی ہو جوں مہ کے ایدھر ادھر

وہ بن پونچھی ہونٹھوں کی مسی غضب | کہ منہ پر تھی گویا قیامت کی شب

فقط کان میں ایک بالا پڑا | کہے تو کہ تھا مہ کے ہالا پڑا

وہ پشوازِ اگری وہ نرگس کا ہار | وہ کمخواب کی بند رومی ازار

[illegible] زرد شال | کمر کی لچک اور مٹک کی وہ چال

[illegible] شبنم کی انگیا بنی تنگ و چست | کناروں پہ مینا بنت کا درست

وہ اٹھی ہوئی چین پشواز کی | وہ سکی ہوئی چولی انداز کی

وہ مہندی کا عالم وہ نورتے چھڑے — وہ پانوں میں سونے کے دو دو کڑے
چلی واں سے دامن اٹھاتی ہوئی — کہنے سے کڑے کو بجاتی ہوئی
عجب ایک عالم تھا بے ساختہ — کہ عالم تھا ایک اس پہ جاں باختہ
لئی کافرین اور بھی دلنواز — لیئے ساتھ ہاتھ اس کے سب اپنے ساز
چلی ایک اعجاز اور ناز سے — کھڑی ہوئیں واں ایک انداز سے
روش پر جو تھا فرش اس کے حضور — ادب سے واں بیٹھیاں دور دور
ہوا حکم گوری کا جو برملا — لیئے ساز اپنے سبھوں نے اٹھا
دیا آسمان پر جو طبلوں کو کھینچ — ہر ایک تھاپ میں دل لیا سب کا اینچ
لگی گانے تب وہ اس آن سے — لگانے لگی جان ہر تان سے
عجب تان پڑتی تھی انداز سے — کہ بیکل تھی ہر تان آواز سے
وہ تھی گت کہ یا لڑی نور کی — مسلسل تھی ایک پھلجھڑی نور کی
گل و غنچہ کی طرح محبوب تھی — کھلی اور مندی دل کی مرغوب تھی
غرض کیا کہوں اس کا میں ماجرا — عجب طرح کی بندھ گئی تھی ہوا
وہ گانے کا عالم وہ حسن بتاں — وہ گلشن کی خوبی وہ اس کا سماں
گھڑی چار دن باقی اس وقت تھا — سہانا ہر ایک طرف سایا ڈھلا
درختوں کی کچھ چھاؤں اور کچھ وہ دھوپ — وہ دھانوں کی سبزی وہ سرسوں کا روپ

عجب راگ کو بھی دیا ہی اثر | کہ ہو جاوے پتھر کا پانی جگر
بندھا اِس طرح کا جو اُس جا سماں | ہوا سب کے دل کا عجب حال واں
لگا تھا زِ بس عشق کا اُس کو تیر | لگی کہنے ہے ہے کہ آہ بدرِ منیر
بندھا اُس کو عاشق کا اپنے خیال | لگی رونے تانوں پہ دھر کر رومال
کہیں کا کہیں لے اُڑا اُس کو راگ | ہوا سے ہوئی اور دونی وہ آگ
لگی کہنے ہی ہی یہہ دیکھوں میں سیر | جو ہو پاس میرے وہ یادش بخیر
وہی جانے ہو جس کے کچھ دل کو لاگ | عاشق ہیں سب ہی گلزار آگ
بھلا کہوں کہ جی اُس کا خوش حال ہو | کہ ہجراں کا غم جس کے دنبال ہو
جگر میں اگر آہ کی سول ہو | لگے خار کیسا ہی گو پھول ہو
درختوں کے عالم سے کیا ہو نہال | جسے یاد شمشاد کی ہو کمال
کرے گلشن و گل پہ کیا وہ نظر | جسے اپنے گل کی نہ ہووے خبر
یہہ کہکر اُٹھی واں سے وہ دلربا | چھپر کھٹ میں جا کر گری منہ چھپا
خوشی کا جو عالم تھا ماتم ہوا | ورق کا ورق ہی وہ برہم ہوا
سب اُٹھتے ہی بس اُس کے جاتی رہیں | طوائف کہیں اور خواصیں کہیں
مری عقل اِس جا پہ حیران ہی | کہ یارب یہہ کیسا گلستان ہے
ہر ایک وقت ہی اِس کا عالم جدا | جو چاہو یہہ پھر ہو تو امکان کیا

کبھی ہے خزاں اور کبھی ہے بہار | نہیں ایک وتیرے پہ لیل و نہار

## داستان بے نظیر کے غمِ ہجر سے بدرِ منیر کی بیقراری میں

پلا ساقی ایک جا[م] مجھ کو شتاب | کہ پردے میں شب کے گیا آفتاب
شبِ ہجر کی یہ جو حالت ہوئی | غرض عاشقوں پر قیامت ہوئی
گری جب چھپر کھٹ میں وہ رشکِ حور | سہیوں کو کہا تم رہو دور دور
اکیلی وہ روتی تھی زار و نزار | اُسی اپنے عالم میں بے اختیار
گرے چشم سے اُس کے [illegible] | کہ دھویا اُسی آب سے منھ سحر
صُبوحی تو دے ساقیِ لعل فام | کہ رو دھو کے میں رات کاٹی تمام
ہوا آفتابِ الم جو طلوع | اُداسی کا ہونے لگا دن شروع
ذرا آئینہ لیکے دیکھا جو رنگ | تو جوں آئینہ رہ گئی وہ بھی دنگ
بدن کو جو دیکھا تو زار و نزار | لگی کو کوئی جیسے دیوے فشار
فلک کی طرف دیکھ اور شکر کر | لگی دلکو بہلانے ایدھر اُدھر
زباں پر تو باتیں [illegible] دل اُداس | پراگندہ حیرت سے ہوش و حواس
نہ منھ کی خبر اور نہ تن کی خبر | نہ سر کی خبر نے بدن کی خبر
[illegible] سیر کھالی ہے تو کچھ غم نہیں | [illegible] کرتی ابھی میں تو محرم نہیں
جو بھوکی ہے [illegible] کی تو ہے [illegible] | جو رنگت نہیں کی تو یوں ہیں سہی

جو سینہ کھلا ہے تو دل چاک ہے | غم آلودہ صبح طرب ناک ہے

نہ منظور سرمہ نہ کاجل سے کام | نظر میں وہی تیرہ بختی کی شام

ولیکن یہ خوبوں کا دیکھا سبھاؤ | کہ بگڑے سے ہو نا ہو ان کا بناؤ

نہیں حسن کی اسطرح بھی کمی | جو بگڑی ہے ایسی تو گویا بنی

غرض بے ادائی ہے یہاں کی ادا | بھلوں کو سبھی کچھ لگے ہے بھلا

جو ماتھے پہ چین جبیں غم سے ہے | تو وہ بھی ہے یک موج دریائے مے

وہ آنکھیں جو روئی ہیں بس پھوٹ پھوٹ | یہ آنکھیں موتی بھرے کوٹ کوٹ

تپ غم سے یوں تمتمائے ہیں گال | نہ جوں رنگ لالہ ہو وقت زوال

گریبان سینے پہ جو ہے کھلا | تو گویا وہ ہے صبح عشرت فزا

نقاہت سے چہرہ اگر زرد ہے | ویا آدھو نتھوں پر کچھ سرد ہے

ادا سے نہیں یہ بھی عالم جدا | کہ ہے چاندنی اور ٹھنڈی ہوا

بدر منیر کی بینظیر کے فراق میں اور نجم النسا کی تسلی دینے میں

پلا ساقیا ساغر بے نظیر | پھنسی دام ہجراں میں بدر منیر

وہ حسن و جوانی اور اس پر یہ غم | ستم ہے ستم ہے ستم ہے ستم

جہاں بیٹھنا آہ کرنا اسے | بہانہ نزاکت پہ دھرنا اسے

کبھی خوں ہو آنکھوں سے رو دینا | کسی کو کبھی دیکھ رو رو دینا

خواصوں کو بالا بتانا اُسے ۔ اکیلی درختوں میں جانا اُسے
ولے اُن درختوں میں جس میں وہ ماہ ۔ سرِ شام چھپ چھپکے کرتا نگاہ
سو یہہ بھی پھر دن سے آ وہاں مُدام ۔ اُسی چھانوں میں بیٹھہ کرتی تھی شام
گیا اِس طرح جب مہینا گُذر ۔ کہ وُہ ماہ مُطلق نہ آیا نظر
اور اِس کا اِدھر رنگ گھٹنے لگا ۔ جگر خوں ہو مژگاں پہ بٹنے لگا
لگی رہنے تپ جان بیتاب میں ۔ لگا فرق آنے خور و خواب میں
محبت کا سودا سا ہونے لگا ۔ جُنوں تُخم وحشت کا بونے لگا
سر کنے لگا پاسِ ناموس و ننگ ۔ لگی عقل اور عشق میں ہونے جنگ
خموشی اُٹھانے لگی دل میں شور ۔ جتانے لگی ناتوانی بھی زور
یہہ احوال دیکھہ اُس کا دُختِ وزیر ۔ لگی جالکے کہنے کہ بدرِ مُنیر
تو وُہ ہے کہ سب کہتیں دے وقوف ۔ کدھر دل گیا تیرا ای بیوقوف
مُسافر سے کوئی بھی کرتا ہے پیت ۔ مثل ہے کہ جوگی ہوئے کس کے میت
اری چار دن کے ہیں یہ آشنا ۔ بلا دل کو آخر کریں ہیں جدا
گئے آسماں کچھہ زمیں کے ہیں یہ ۔ جہاں بیٹھے ہیں بس وہیں کے ہیں یہ
تو بھولی ہے کس بات پر ای بوا ۔ خبر لے دیوانی تجھے کیا ہوا
سُنو جانی اپنے پہ جو کوئی مرے ۔ تو دل پہلے اپنا بھی صدقے کرے

اگر آپ پر کوئی شیدا نہ ہو | تو پھر چاہیئے اُس کی پروا نہ ہو

وُہ خوش ہو گا اپنی پری کو لیئے | عبث اُس پہ بیٹھی ہو تم جی دیئے

تمہاری اُسے چاہ ہوتی اگر | تو اب تک وُہ تم کو نہ آتا نظر

لگی کہنے تب اُس کو بدرِ منیر | کہ سُنتی ہی اے میری دُختِ وزیر

کسی کی بدی تو نکر عیب ہی | کہ اُس کا خُدا عالِمُ الغیب ہی

وُہ اپنے دِلوں سے تو ہی نیک ذات | ہوئی اُس پہ کیا جانیں کیا واردات

ہوا قید یا آنے پایا نہ وُہ | گئے اِتنے دِن اب تک آیا نہ وُہ

مجھے رات دِن اِس کا رہتا ہی ڈر | پری نے سُنی ہو نہ یہاں کی خبر

نہ باندھا ہو اُس کو کسی قید میں | کیا ہو نہ اُس کے تئیں قید میں

پری نے کہیں طیش کھا لاف میں | دیا ہو نہ پھینک اُس کو کُوہِ قاف میں

پرستان سے بھی نکالا نہ ہو | کسی دیو کے مُنہہ میں ڈالا نہ ہو

نہ ملنے کے دُکھ اُس کے سب میں سہے | بھلا اپنے جی سے وُہ جیتا رہے

یہہ کہہ حالِ دِل اپنا رونے لگی | گہر آنسوؤں کے پرونے لگی

گئی مُنہ کری مار آخر کو لیٹ | چھپرکھٹ کے کونے میں سر مُنہہ لپیٹ

## داستان خواب دیکھنے میں بدرِ منیر کے بینظیر کو کوئے میں

پلا ساقیا جامِ جم سی وُہ مُل | کہ غائب کا احوال ظاہر ہو کُل

لیں لے تو آ کام فرخندہ حال — کہ آخر یہہ دنیا ہی خواب و خیال

ذرا آنکھہ لگ گئی جو اُس حال میں — تو دیکھا پھنسا اُس کو جنجال میں

قضا نے دکھایا عجب اُس کو خواب — کہ دشمن نہ دیکھے وہ حالِ خراب

یہہ دیکھا کہ صحرا ہی ایک لق و دق — کہ رستم جسے دیکھہ ہو جاوے فق

نہ انسان ہی واں نہ حیوان ہی — فقط یک کفِ دستِ میدان ہی

مگر بیچ میں اُس کے ہی ایک کواں — کہ اُٹھتا ہی آہوں کا واں سے دھواں

کوئے کا ہی مُنہہ بند اور اُتے اڑی — لگی لاکھہ من کی ہی ایک سِل پڑی

صدا یاں سے یہہ ہی کہ بدرِ منیر — ترے چاہِ غم میں ہوا ہوں اسیر

میں بھولا نہیں تجھہ کو اَی میری جان — کروں کیا کہ ہی مجھہ پہ قیدِ گراں

پر اِس قید میں بھی ترا دھیان ہی — فقط تیرے ملنے کا ارمان ہی

تو اپنی جو صورت دکھاوے مجھے — تو اِس قیدِ غم سے چھڑاوے مجھے

نہیں مجھہ کو مرنے سے کچھہ اپنے ڈر — یہہ غم ہی کہ تجھہ کو نہ ہووے خبر

تجھے کاش اِس وقت میں دیکھہ لوں — جیوں میں اگر تیرے آگے مروں

ولیکن یہہ ہی خام میرا خیال — نہیں وصل ممکن بغیر از وصال

کوئی دم کا مہمان ہوں آج کل — اِسی چاہ میں جائیگا دم نکل

یہہ سن وارداتِ شبِ بے نظیر — جو چاہے کرے بات بدرِ منیر

یہہ ہرگز مُیسّر نہ آئی اُسے — قضا نے نہ اِس کی سُنائی اُسے

یکایک گئی آنکھہ اِتنے میں کُھل — بھرے اشک رُخسار پر آئے ڈھل

نہ وُہ چاہ دیکھا نہ ہمراز وُہ — پڑی گوش میں پھر نہ آواز وُہ

صدا اپنے یوسُف کی سُن خواب سے — اُٹھی باولی جانِ بیتاب سے

کہا گو کِسی سے نہ اُس نے یہہ بھید — ولے جوں مہِ صُبح چہرہ سفید

ڈھلے مُنْہہ پہ آنسو ہوا بسکہ رنج — چھپے چاندنی میں سِتاروں کے گنج

وُہ مہتاب سا چہرہ ہو زرد زرد — سراپا ہوا شکلِ اندوہ و درد

زِبس آہِ پنہاں سے گھٹنے لگی — تو مُنْہہ پر ہوائی سی چھُٹنے لگی

مژہ وُہ نکیلی جو تھی تیز سی — ہوئی اشکِ خونیں سے گُلریز سی

بھبھوکا سا قد تھا جو رشکِ انار — لگانے لگے اُس سے شُعلے ہزار

جلیں اُس کے آہوں سے گُل صورتیں — ہوئیں سب وُہ تتّی کی جوں مورتیں

چھپایا بہُت اُس نے پر ہمنشیں — چھپائے سے آتش چھپے ہے کہیں

کِسی سے کِسی کو جو ہوتی ہے لاگ — بغیر از کہے اوڑ لگتی ہے آگ

خواصیں کئی وے جو ہمراز تھیں — بڑی خِدمتوں میں سرافراز تھیں

کہا اُن سے رو رو کے احوالِ خواب — رُلایا اُنھیں پڑھکے غم کی کِتاب

سُنا جب کہ نجم اُلنّسا نے یہہ حال — ہوئی بیقراری تب اُس کو کمال

## داستان نجم النسا کے جوگن ہونے میں

لگی کہنے وہ یوں نہ آنسو بہا
ترے واسطے میں نے سب دکھ سہا

بس اب سر بصحرا نکلتی ہوں میں
اسے ڈھونڈھ لانیکو چلتی ہوں میں

جو باقی رہا کچھ مرے دم میں دم
تو پھر آکے میں دیکھتی ہوں قدم

وگر مر گئی تو بلا سے موئی
تو یوں جانیو مجھ پہ صدقے ہوئی

کہا شاہزادی نے بس اے رفیق
ہوئی میں تو اس چاہِ غم میں غریق

بھلی چنگی اپنی نہ کھو جان تو
کہ وہ ہے پری اور انسان تو

رسائی تیری کبھو نہ ہوگی وہاں
مجھے بھی ندے ہاتھ سے میری جان

میں جیتی ہوں اس آسرے پر فقط
کہ ہوتا ہی تجھ سے مرا غم غلط

وگرنہ میں رک رک کے مر جاؤنگی
اسی طرح جی سے گذر جاؤنگی

کہا اس نے کہا کیجئے پھر بھلا
پڑی سر پہ یہ ناگہانی بلا

میں اس عشق کا یہ نہ سمجھی تھی ڈول
ترے غم سے آنے لگا مجھکو ہول

تجھے دیکھنا یوں گوارا نہیں
اس اندوہ کا مجھ کو یارا نہیں

یہ کہہ اس نے رو رو اتار اپنا ہار
کیا اپنی پشواز کو تار تار

گریبان کو مثلِ گل چاک کر
دیا خاک پر پھینک ایدھر اُدھر

پھر آئے جو کچھ اس کے [illegible] حواس
سجا تن پہ جوگن [illegible] نے لباس

پہن سیلی اور گیر[illegible] کھیس
چلی بنکے صحرا کو جوگن کے بھیس

کئی سیر موتی جلا راکھ کر
بھبھوت اپنے تن پر ملا سربسر

پہن ایک لہنگا زری باف کا
وہ پردہ سا کر اُس تنِ صاف کا

زری کے دوپٹے سے چھاتی کو باندھ
بدن کو چھپا اور گاتی کو باندھ

زمرد کے مندرے لگا کان میں
کہ جوں سروِ گل ہو گلستان میں

گلے بیچ ڈال اپنے مالوں کتیں
پریشان کر اپنے بالوں کتیں

زری کا بنا حلقہ سر پر رکھا
کیا سُنبلستان کو جامکا

لٹیں دیکے بل دوش پر موڑ دیں
وہ باگیں سی شبدیز کی چھوڑ دیں

می غم سے آنکھوں کو کر لال لال
رکھا چشم میں خونِ دل کو نکال

زمرد کی سمرن کو ہاتھوں میں ڈال
اور ایک باہن کاندھے پر اپنے سنبھال

جو منکے تھے منکے انھیں کر درست
پہن اپنے موقع سے چالاک و چست

چلی بن کے جوگن وہ باہر کتیں
دکھاتی ہوئی حال ہر ہر کتیں

تفِ سوزِ دل کا عیاں منہ سے حال
اُڑاتی چلی اپنی آہوں سے رال

اُس آئینہ رو کا کروں کیا بیاں
صفا راکھ سے اور چمکی وہاں

کرے حسن کو کس طرح کوئی ماند
چھپے ہی کہیں خاک ڈالے سے چاند

چھپانے کو سانگ اُس نے جو جو کیے
غرض حسن نے اور جلوے دیے

وہ موتی کی سیلی وہ تن کی دمک
شبِ تیرہ میں کہکشانِ فلک

زرِ [illegible] حلقہ سر اوپر دھرے
کہ جوں شب میں کوئی ہنستی کرے

زمانے کو بھائی جو اُس کی ادا
تو اُس رات پر دِن کو صدقے کیا

کرے جو کہ تقویم دِل سے حِساب
کہے سُنبلہ میں گیا آفتاب

یہہ برق و یہہ ابرِ سیہ ہی اگر
تو دامانِ عُشاق ہوینگے تر

زُمرّد کے مُندرے ہوہ اِس آن پر
کہوں کیا کہ جیسے کوئلے کان پر

وُہ مُندرے وُہ تن اُس کا خاکستری
ہوئی حسن کی اور کھیتی ہری

اُرے سبزہ و گل کے دیکھ اُس کو ہوش
وُے دونوں ہوئے اُس کے حلقہ بگوش

نظر کر صفائی کو اُس گوش کی
زُمرّد کو اُس گوش کی لو لگی

بڑے کہوں نہ ہر دم زُمرّد کی شان
جب ایسے کِسی کے لگیں جاکے کان

وُہ موتی کے مالے وُہ مونگے کے ہار
گُل و نسترن کی چمن میں بہار

گلابی سی وُہ نرگسِ شوخ رنگ
بھرے جِس میں لالہ نے لا لا کے رنگ

وُہ قشقہ کھنچا سُرخ ماتھے پہ یوں
پڑے نور پر لعل کا عکس جوں

ادا اُس کی دیکھے جو عاشق کبھو
تو رویا کرے چشم سے وُہ لہو

یہہ باہیں اُس کے کاندھے پہ تھی خوشنما
چلے جوں کوئی مست شیشہ اُٹھا

دیارِ محبت میں [illegible]
[illegible] باہیں عشرت کی بھنگی تھی وُہ

نہ تھی باہیں تھے [illegible] رنگ کے
و یا تھے سبو [illegible] آہنگ کے

سو وہ بین کاندھے پہ رکھ یوں چلی
کہ لاوے کوئی جیسے گنگا جلی

ہر ایک تار تھا بین کا رود نیل
وہ تھی ہند کے راگ کی سلسبیل

نہ عاشق ہوئے اُس کے عالم پہ لوگ
دِوانہ ہوا جوگ دیکھ اُس کا جوگ

بنی جب کہ جوگن وہ اِس رنگ سے
لگے پھوڑنے دوست سر سنگ سے

وہ رخصت جو اِس طرح ہونے لگی
تو وہ صاحبِ خانہ رونے لگی

وہ رو رو کے دو ابرِ غم یوں ملے
کہ جس طرح ساون سے بھادوں ملے

یہاں تک بندھا اُس کے رونے کا تار
بہے پھوٹ دیوار و در ایک بار

کھڑے تھے وہ جوگن کے جو گرد گُل
وہ رو رو ہوئے شبنم آلودہ گُل

نہ دیکھا کسی نے جو کچھ اختیار
کہا حق کو سونپا تجھے لے سدھار

چلی جس طرح پیٹھ اپنی دکھا
اسی طرح دکھلا ہمیں منہ پھر آ

کسی نے کہا بھولیو مت مجھے
خدا کے تئیں میں نے سونپا تجھے

کہا اُس نے خیر اب تو جاتی ہوں میں
جو ملنا ہی تو اُس کو لاتی ہوں میں

تمہیں بھی خدا کو میں سونپا سنا
مرا بخشیو تم کہا اور سنا

جدا ہو کے القصہ روتوں کو چھوڑ
چلی اپنے گھر بار سے منہ کو موڑ

نہ سدھ بدھ کی لی اور منگل کی لی
نکل شہر سے راہِ جنگل کی لی

لئے بین پھرتی تھی صحرا نورد
تب خاک خاک اور رخ گرد گرد

کہ شاید کوئی شخص ایسا ملے
کہ جیسے وُہ شیدا کا شیدا ملے

جہاں بیٹھ کر وہ بجاتی تھی بین
تو سُننے کو آتے تھے آہوے چین

بجاتی وُہ جوگن جہاں جو گیا
تو واں بیٹھتی خلق دھونی لگا

اُسے سُن کے آتا تھا صحرا کو جوش
صدا سے درختوں کی کرتا خروش

گُلِ نغمہ جو اُس سے گرتے ہزار
تو لیتا اُنھیں دشت دامن پسار

کہیں حلقہ حلقہ کہیں لخت لخت
کھڑے ہو کے گرد اُس کے سُنتے درخت

بجاتی تھی جوں جوں وُہ بن بن کے بین
خس و خار سُنتے تھے بن بن کے بین

نظر جو کہ پڑتی تھی بونتی جڑی
ہر ایک عالمِ شوق میں تھی کھڑی

تماشا نہ دیکھا تھا جو یہہ کبھی
درو دشت غش ہو پڑے تھے سبھی

یہاں تک کہ رہ میں جو تھے نقشِ پا
وُہ بیٹھے تھے کان اپنے اودھر لگا

گُلِ نغمہء تر کی تھی یہہ بہار
کہ صحرا کے گُل اُس کے آگے تھے خار

سُن آواز کی اُس کی شان و شکوہ
کچھ ایک دب کے بیٹھے تھے سُننے کو کوہ

نہ پائی بھی سُن شور اُس کا چلے
کوئے کے دِلوں میں ہوئے ولولے

نہ چشمہ ہی کچھ آبدیدہ رہے
گریبان کر چاک دریا بہے

گئی جو صدا گوش میں راگ کے
تو سنّے کو سوتے اُٹھے جاگ کے

سمجھ بین کی اُس کی اِلحان بسار
گریبان کرنے لگے تار تار

وہ فقط بلبل و گل کا تھا کب ہجوم | کہ گرتیں تھیں واں ڈالیاں جھوم جھوم
تحیّر کا تھا واں ہر ایک کو مقام | زباں کا نکلتا تھا ہاتھوں سے کام
چمن کرتی پھرتی تھی جنگل کئیں | بساتی تھی جنگل میں وہ گل کئیں
یہ ہر جا پہ تھا اُس کے دم سے طلسم | بندھا تھا اُسی دم قدم سے طلسم
شب و روز سرگشتہ مثالِ صبا | اِسی طرح پھرتی تھی وہ جا بجا

فیروزشاہ جنوں کے ہاں شاہ کے بیٹے کے عاشق ہونے میں جوگن پر

کدھر ہی تو اے ساقیِ گلعذار | کہ صحرا سے اب دِل ہوا خار خار
کوئی پھول سی دے شتابی شراب | کہ شہرِ مطالب کو پہنچوں شتاب
وہ دارو پلا دِل کو جو راس ہو | کہ جینے کی بیمار کو آس ہو

مسبّب کے اسباب دیکھو ذرا | کہ قدرت میں ہی اُس کی کیا کیا دھرا
سفید و سیہ اُس کے ہی اختیار | بنایا ہی اُس نے یہ لیل و نہار
جہاں میں ہی اندوہ و عشرت بہم | کہیں صبحِ عیش و کہیں شامِ غم

دو رنگی زمانے کی مشہور ہی | کبھی سایہ ہی یہاں کبھی نور ہی
قضارا سُہانا سا ایک دشت تھا | کہ یک شب ہوا اُس کا واں بسترا
وہ تھی اتفاقاً شبِ چار دہ | ادا سے وہ بیٹھی تھی واں رشکِ مہ
بچھی ہر طرف چادرِ نور تھی | یہی چاندنی اُس کو منظور تھی

بجھا مرگ چھالے کو اور لیکے بین | دو زانو سنبھال کر وہ زہرا جبین
کدارا بجانے لگی شوق میں | لگی دست و پا مارنے ذوق میں
کدارا لگا جیسے یہہ اُس کے ہاتھہ | کہ مہ نے کیا دایرہ لیکے ساتھہ
بندھا اِسطرح کا جو اُس جا سماں | صبا بھی لگی رقص کرنے وہاں
وہ سنسان جنگل وہ نورِ قمر | وہ براق سا ہر طرف دشت و در
وہ اجالا سا میدان چمکتی سی ریت | لگا نور سے چاند تاروں کا کھیت
درختوں کے پتّے چمکتے ہوئے | خس و خار سارے جھمکتے ہوئے
درختوں کے سائے سے مہ کا ظہور | گرے جیسے چھلنی سے چھن چھن کے نور
دیا یہہ کہ جوگن کا مُنہہ دیکھہ کر | ہوا نور سائے کا ٹکرے جگر
گیا ہاتھہ سے بین سُنکر جو دِل | گئے سایہ و نور آپس میں مِل
وہ صورت خوش آئی جو اُس نور کی | دِل اپنے پہ سائے نے منظور کی
ہوا بندھہ گئی اُس گھڑی اِس اصول | بسیرا گئے جانور اپنا بھول
درختوں سے لگ لگ کے بادِ صبا | لگی وجد میں بولنے واہ وا
کدارے کا عالم یہہ تھا اُس گھڑی | کہ تھی چاندنی ہر طرف غش پڑی
یہاں تو یہہ عالم تھا اور طور یہہ | بس اب پر مزا تم سُنو اور یہہ
کہ تھا ایک پریزاد فرخ سیر | جنوں کے وہ تھا بادشہ کا پسر

نہایت طرحدار صاحب جمال | برس بیس اِکیس کا سن و سال

ہوا پر اُڑاتے ہوئے اپنا تخت | کِسی طرف جاتا تھا فیروز بخت

وُہ جاتا تھا کرتا ہوا سیرِ ماہ | اُسے خلق کہتی تھی فیروز شاہ

یکایک سُنی بین کی جو صدا | وہاں تخت لا اُس نے اپنا رکھا

جو دیکھے تو جوگن ہے اِک رشکِ حور | کہ چشمِ فلک نے نہ دیکھا یہ نور

نظر کر کے حُسن اُس کا غش کر گیا | تعشُّق کے عالم میں بس مر گیا

کہا کچھ بناوٹ کا یہ بھیس ہے | لگا کہنے جوگی جی آدیس ہے

پر اُتم پر اِتنا کہو کیا بجوگ | لیا واسطے کس کے تُم نے یہ جوگ

کِدھر سے تُم آئے کہاں جاؤ گے | دیا اپنی ہم پر بھی فرماؤ گے

وُہ سمجھی کہ اُس کا دِل آیا اِدھر | کہ دِل بھی تو رکھتا ہے دِل کی خبر

خس و خار ہے عشق حُسن آگ ہے | سدا عِشق اور حُسن میں لاگ ہے

ولے راگ ہے اور اُس میں ہوا | کہ دونوں طرف آگ دے ہے لگا

کہا ہنس کے جوگن نے ہر بول ہر | جہاں سے تو آیا چلا جا اُدھر

کہا تب پریزاد نے واہ جی | بُہت گرم ہیں آپ اللہ جی

نروکھے ہو اِتنا بھلا جاؤنگا | ذرا باتیں سُنکر چلا جاؤنگا

کہا ہونے ہنسونوں سے اپنے کہو | فقیروں کو چھیڑو نہ بیٹھے رہو

ہیے دو دو لطیفے جو باہم ہوئے
گئے بیٹھ آسامنے رینت میں
نظر حسن پر گاہ گہہ بین پر
رہا تن بدن کا نہ کچھ اُس کو ہوش
وہ جوگن جو تھی درد و غم کی اسیر
نہ سُدھ گھر کی لی اور نے راہ کی
بجاتی رہی بین وہ صُبح تک
اُدھر تان پر بین کے تھی بہار
دھری اپنے کاندھے سے جب اُس نے بین
پری زاد نے تب پکڑ اُس کا ہاتھ
زمیں سے اُڑا آسماں کے تئیں
نہانا اور اُس نے اُتارا اُسے
پہ مژدہ گیا باپ پاس اپنے لے
[illegible] صاحب کہاں
بہت آپ اِس سے اُٹھاوینگے حظ
کہا اُس نے بابا بہت خوب ہی

اُسی لطف میں ہے تو پیدم اٹھے
رہا کھیت پھر تو اُسی کھیت میں
سراپا دل اُس لعبت چین پر
بنا گل وہ جوں نقش پا چشم و گوش
ہوا غم میں جوگن کے پھر بھی فقیر
جب آئی ذرا سُدھ تو پھر آہ کی
پھر رویا کیا سامنے بے دھڑک
بندھا تھا اِدھر اُس کے رونے کا تار
اُٹھی لیکے انگڑائی زُہرا جبین
بشتابی بٹھا تخت پر اپنے ساتھ
وہ کہنا کہا کہ نہیں ڈرے نہیں
پرستان میں لا بٹھایا اُسے
کہا عرض رکھتا ہوں میں آپ سے
ذرا بین سُنیے اور اِس کے خیال
بہت بین سُن اُس کی پاوینگے حظ
ہمیشہ سے راگ اپنا مرغوب ہی

کہا آؤ جوگی جی بیٹھو اِدھر | کرو روشن اپنے قدم سے یہ گھر
کھلے بخت بیٹے کے اور باپ کے | سر اوپر ہمارے قدم آپ کے
بہت اُس کی تعظیم و تکریم کی | جگہہ ایک پاکیزہ رہنے کو دی
پلا مجھ کو ساقی محبت کا جام | کہ مہمانیوں میں ہوا دن تمام

## داستان فیروز شاہ کے مجلس آرائی اور جوگن کے بُلانے میں

یہ جوگن جو بیٹھی بروگن ہوئی | کہ اتنے میں رات آئی جوگن ہوئی
بھبھوت اپنے منھ پر شتابی سے مل | رکھا اِندوی کو مہ کی شب آئی نکل
دکھائی ہوئی سوز دل دھوم سے | اُڑاتی ہوئی رال کو نور سے
ستاروں کے مالے گلے بیچ ڈال | وہ پہنچی پرستان میں حال حال
ہوئی شب جو وہ بزم انجم فروز | چھپا رنگ سے اُس کے پردے میں روز
ملِک نے پرستاں میں مجلس سنا | بُلایا اُسے جس کی تھی یہ ثنا
پریزاد سارے ہوئے جمع واں | کہ دیکھیں تو جوگن کا چلکر سماں
وہ جوگن جو سچ مچ تھی زہرہ جبین | سو مجلس میں آئی لیئے اپنی بین
بہت منتوں سے بُلایا اُسے | بڑی عزتوں سے بٹھایا اُسے
کہا ہم ہیں مشتاق کچھ گائیے | سماں بین کا ہم کو دکھلائیے
کہا کچھ بجانا نہیں اپنا کام | ہر ایک طرح لینا ہمیں ہر کا نام

ہیں بیزار فرمایشوں سے فقیر ‌‌ ‌ ولے کیا کریں اب ہوئے ہیں اسیر

کہا جوگی صاحب یہہ کیا بات ہی ‌ ‌ کرم آپ کا ہم پہ دن رات ہی

جو مرضی ہو تو تم کو تکلیف دیں ‌ ‌ نہیں جس میں راضی ہو تم سو کریں

کہا اِس طرح سے جو فرماؤگے ‌ ‌ تو ہاں بندگی ہی میں کچھہ پاؤگے

یہہ کہہ اُس نے اور بین کاندھے پہ دھر ‌ ‌ یہاں تک بجائی کہ دیوار و در

کھرے رہگیے ہوش کھوئے ہوئے ‌ ‌ نظر جو پڑے واں سو روئے ہوئے

گیا اہلِ مجلس کا دِل جو پگھل ‌ ‌ تو جوں شمع اشک آئے سب کے نکل

ہوئیں بین پر اُنگلیاں یوں دواں ‌ ‌ کہ آنکھوں سے اُس کے ہوا دل رواں

رواں و دواں کر دیا جان کو ‌ ‌ رُلایا ہر ایک جنّ و اِنسان کو

ہوا حال پر اُس کا جو کچھہ تباہ ‌ ‌ وہ عاشق جو تھا اُس پہ فیروز شاہ

کبھی سامھنے آکے کرتا نظر ‌ ‌ کبھی دیکھتا چھپ کے ایدھر اُدھر

ستوں کی کبھی اوٹ میں ہو کے وہ ‌ ‌ کھرا دیکھتا اُس کو رو رو کے وہ

کبھی ایدھر ادھر سے پھر پھر کے آ ‌ ‌ [illegible]سے اُس کے مکھرے کی لیتا بلا

اُس [illegible] ‌ ‌ کن انکھیوں سے پر دیکھہ رہتی اُسے

[illegible] ‌ ‌ تو یہہ اور کی طرف کرتی نظر

کھرا [illegible] کی جب ان پر [illegible] ‌ ‌ دل و جاں سے کرتا تھا ہر لحظہ آہ

اِس آن و ادا پر وہ [illegible] شاہ

اگر کوئی جوگن کی کرتا ثنا — تو کہا رشک کہتا کہ یہہ تم کو کہا
غرض تھی یہہ صحبت کہ میں کیا کہوں — یہی دل تھا اُس کا کہ دیکھا کروں
سبھی پہلی صحبت میں واں ایسی بہن — کہ غش کر گئے وے جو تھے نکتہ چین
سمراا پریزاد کے باپ نے — کہا کی دیا جوگی جی آپ نے
اسی طرح ہر شب کرم کیجیے — مری بزم رشکِ ارم کیجیے
مقدم ہمارا رجہانا کرو — ہمیں اپنا مُشتاق جانا کرو
یہہ گھر بار ہے آپ کا ہی تمام — ہوئے آج سے ہم تمہارے غلام
تکلف کو موقوف کر دیجیے — جو کچھ تم کو درکار ہو لیجیے
کہا اُس نے مطلب نہیں کچھ ہمیں — تمہارا مبارک رہے گھر تمہیں
کہاں ہم کہاں تم ہوا جو یہہ ساتھ — یہہ تھی بات سب آب و دانے کے ہاتھ
یہہ کہہ واں سے اُٹھی وہ جوگن اُدھر — دیا تھا جہاں اُس نے رہنے کو گھر
لگی رہنے اُس میں شب و روز وہ — سمجھ جی میں کچھ کچھ دل افروز وہ
کہا اپنے جی سے کہ سنتا ہی جی — نہ گھبرائیو اپنے دل میں کبھی
یہ مینم کہ تا کیا کرے گا جہاں — ورین آ [illegible] یہاں
غرض اس طرح اُس کا معمول تھا — کہ اُس شاہ پریوں کی [illegible] میں جا
پہر رات تک ہنستی اور بولتی — ہر اک بات میں قند تھی گھولتی

بجا بین سب کو رجھاتی تھی وہ
پھر کے بجے گھر میں آتی تھی وہ

ولے کیا کہوں حالِ فیروز شاہ
کہ تھی دن بدن اُس کی حالت تباہ

نہ دُنیا کی اُس کو نہ دین کی خبر
اُسی کے تصوّر میں شام و سحر

اُسی شمع کے گِرد پھرنا اُسے
پتنگے کی مانند گِرنا اُسے

بہانے سے ہر کام کے روز و شب
وہیں کاٹتی آکے اوقات سب

اُسی طرح اوقات کھونا اُسے
سدا بین سُن سُن کے رونا اُسے

وہ جوگن بھی سو سو طرح کرادا
ہر ایک آن میں اُس کو لیتی لبھا

ولے کچھ بھی پاتی جو حُسنِ طلب
تو عاشق پہ غصّہ وہ کرتی غضب

کیا اُس نے پردے میں جب کچھ سوال
دیوانہ کیا اُس کو باتوں میں ڈال

کبھی خوش کیا اور کیا گہہ اُداس
کبھی دور بیٹھی کبھی اُس کے پاس

کبھی تیکھی نظروں سے گھایل کیا
کبھی میٹھی باتوں سے مایل کیا

کبھی ٹیڑھی باتوں سے مارا اُسے
کبھی سیدھے دل سے پکارا اُسے

کبھی ہنسکے دیکھا ذرا خوش کیا
کبھی ہو کے غمگین ناخوش کیا

کبھی مُنھ دِکھایا چھپایا کبھی
کبھی مار ڈالا جِلایا کبھی

لٹوں میں کبھی دل کو لٹکا دیا
کبھی ساتھ بالوں کے جھٹکا دیا

وہ ہر چند آنکھیں دِکھاتی رہی
پہ نظروں میں دل کو لبھاتی رہی

بچارہ پریزاد وہ سادہ دل ادائیں یہہ انسان کی متصل
اسی طرح مدت گئی جب اسے چڑھی گرمی عشق کی تپ اُسے
جگر خون ہو آنکھوں سے آیا اُبل گیا دل سب اندر ہی اندر پگھل
یہہ دی پردۂ دل سے جی نے صدا کہ ہی صبر کی اپنے اب انتہا
جو کہنا ہی اُسے تو کہہ حالِ دل کہ اب تنگ ہی اپنا احوالِ دل
سنبھالتا ہی اب بھی تو ظالم سنبھل نہیں کوئی دم میں چلا دم نکل
ملا کر تو اب دستِ افسوس کو پرا رہ لیئے ننگ و ناموس کو
یہہ سن جی کا پیغام مجبور ہو کہا اپنے نزدیک گو دور ہو
بلا سے اگر آن رہتی نہیں کہ اب بن کہے جان رہتی نہیں

---

غرض ایک دن بات یہہ ٹھان کر لگا گھات پر اپنی وہ آن کر
نہ تھا اُس گھڑی کوئی ایدھر اُدھر اکیلی پری جو گئی اُس کی نظر
اکیلی اُسے دیکھہ ہو بے قرار گرا اُسکے پانوں پہ بے اختیار
گرا اِس طرح سے قدم پر جو وہ تو کہنے لگی مسکرا اُس کو وہ
کہ ہی آج کیا یہہ خلافِ قیاس گرا اتنا تو ہو کے کیوں بے حواس
کسی نے ترا دل ستایا کہیں دیا جی کو تیرے لبھایا کہیں
مرے بیٹھنے سے اذیت ہوئی کہ مہمانوں کی مصیبت ہوئی

فقیروں سے اتنا نہو تو خفا ۔ چلے ہم بھلا جا ترا ہو بھلا
اذیّت مگر ہم سے پاتا ہی تو ۔ کہ اب پانوں پر پر اٹھاتا ہی تو
لگا کہنے رو رو کے فیروز شاہ ۔ کہ بس بس یہی تو کہو گی نہ واہ
تمھاری سمجھ نے تو مارا ہمیں ۔ یہ باتیں نہیں اب گوارا ہمیں
ستائے ہوئے کو ستاتی ہو کیا ۔ جلے دل کو ناحق جلاتی ہو کیا

---

ہوئے تم نہ واقف مرے حال سے ۔ فدا میں رہا جان اور مال سے
تم اپنا سا مجھ کو سمجھتے رہے ۔ بھلا تم کو اب یہاں کوئی کیا کہے
تم ایسے ہی بے رحم و بے درد ہو ۔ غرض اپنے عالم میں تم فرد ہو
یہ سن ہنس کے بولی وہ کہہ اپنا حال ۔ کہ تو کیوں گرا سر کو پانوں پہ ڈال
کہا تب پریزاد نے اے پری جان ۔ کہاں تک کروں رازِ دل کو نہاں
بھلا ہجر میں کب تلک ہوں ملول ۔ غلامی میں اپنی مجھے کر قبول
لگی ہنس کے کہنے کہ ایک طور سے ۔ جو میری کہانی سنے غور سے
مطالب اگر میرے بر لائے تو ۔ تو شاید مراد اپنی بھی پائے تو
کہا اس نے پھر جلد فرمائیے ۔ جو کچھ آپ سے ہو بجا لائیے
کہا اس نے یہ ہی مری داستاں ۔ کہ شہرِ سراندیپ ہی یک مکاں
ملک ایک واں کا ہی مسعود شاہ ۔ کہ بیٹی ہی ایک اس کی مانند ماہ

جہاں میں ہی بدرِ مُنیر اُس کا نام
میں رہتی تھی خدمت میں اُس کی مُدام

بنایا تھا اُس نے الگ ایک باغ
کہ فردوس کا تھا وُہ چشم و چراغ

جُدا باپ سے تھی وُہ اُس جا مُقیم
سدا سیر کرتی تھی بے خوف و بیم

میں نجم النسا اُس کی دُختِ وزیر
ہمیشہ سے ہمراز تھی اور مُشیر

جُدا ایک دن اُس سے ہوتی نہ تھی
سُلائے بغیر اُس کے سوتی نہ تھی

خوشی سے سروکار غم سے فراغ
برنگِ چمن رہتی تھی باغ باغ

کسی طرح کا غم نہ تھا وہاں میں
ترقی خوشی کی تھی ہر آن میں

ہوئی ایک دن یہ عجب واردات
کہ ایک شخص وارد ہوا آکے رات

کہاں تک کہوں اُس کا قصّہ ہی دور
نہ تھا آدمی تھا وُہ ایک رشکِ حور

گیا اُس پہ اُس شاہزادی کا دل
گئے ایک دونوں وُہ آپس میں مل

ولے عاشق اُس پر کوئی تھی پری
محبّت میں تھی اُس کی وُہ بھی بھری

وہاں اُس کے آنے کی سُن کر خبر
خُدا جانے پھینکا ہی اُس کو کدھر

دیا قید میں اُس کو ڈالا کہیں
کہ مُدّت سے اُس کی خبر کچھ نہیں

سو میں کھوج میں اُس کے جوگن ہوئی
یہاں تک تو پہنچی بروگن ہوئی

پریزاد آپس میں تُم ایک ہو
اگر تُم ذرا کھوج اُس کا کرو

تو شاید مدد سے تمھاری ملے | تو پھر آرزو بھی ہماری ملے
دل آباد ہو جی کو آرام ہو | تمھارا بھی اِس کام میں کام ہو
کہا تب پریزاد نے ہاتھ لا | انگوٹھا دِکھایا کہ اِترا نہ جا
کہا پھر یہی کچھ نہیں مہ جبیں | لگی ہنسکے کہنے نہیں رے نہیں
یہہ سُن قوم کو اپنی اُس نے بُلا | تقیّد سے سب کو سُنا کر کہا
کہ جاؤ تو ڈھونڈھو کرو مت کمی | کہ ہی ایک پرستاں میں قید آدمی
جو تم میں سے لا دیگا اُس کی خبر | جواہر کے دونگا لگا اُس کو پر
یہہ سُن اپنے سردار کا سب کلام | تجسّس میں پھرنے لگے صُبح و شام
ہوا ناگہاں ایک کا واں گذر | جہاں قید میں تھا وُہ خستہ جگر
وُہ روتا تھا جو نالہ و آہ سے | تو کچھ آئی اُس کو صدا چاہ سے
کہا کچھ تو مِلتا ہی یہاں سے سُراغ | کہ آتی ہی یہاں بوے گُلزار باغ
وے چوکی کے جو دیو تھے جا بجا | لگا پوچھنے کِس کی ہی یہہ صدا
کہا ماہ رُخ کا ہی قیدی یہاں | کوئے میں تڑپتا ہی ایک نوجوان
وُہ تحقیق کر اور لے واں کا بھید | اُڑا شہر کو اپنے دیو سفید
کیا جا کے فیروز شہ کو سلام | جو کچھ دیکھ آیا سُنایا تمام
کہا میرا مُجرا ہی اب لائیے | جو دینے کہا تھا سو دلوائیے

جو معمول تھا واں کے انعام کا | جواہر کے اُس کو دئیے ہر لگا

## داستان پیغام بھیجنے میں فیروز شاہ کے ماہ رُخ کو

یہہ پہنچا پھر اُس ماہ رُخ کو پیام | کہ کیوں زیست کرتی ہے اپنی حرام

بنی آدمی کو تو چوری سے لا | بٹھاتی ہے گھر میں تو عشق جتا

ترے باپ کو گر لکھوں تیرا حال | تو کیا حال تیرا ہو پھر ای چھنال

عزیز اپنی رکھتی نہیں جان کو | ابھی ہی کہ پھونکوں پرستاں کو

تیرا رنگ غیرت سے اُڑتا نہیں | تجھے کیا پریزاد جُڑتا نہیں

ہمارا گئی بھول خوف و خطر | لگی رکھنے انسان پر تو نظر

بھلا چاہتی ہے تو اُس کو نکال | کوئیں میں جسے تونے رکھا ہے ڈال

اور اس کی قسم کھا کہ پھر گر کہیں | دیا نام اُس کا تو پھر تو نہیں

گیا ماہ رُخ کو یہہ فرمان جب | ہوئی خوف سے وُہ پریشان تب

کہا مجھ سے تقصیر اب تو ہوئی | کہو اُس کو لیجاے یہاں سے کوئی

اگر اب میں لاگو ہوں اُس کی کبھی | تو پھر پھونک دیجو پرستاں سبھی

پر اتنا یہہ احسان مجھ پر کرو | کہ اِس کا پرستاں میں چرچا نہو

مرے باپ کو یہہ نہو وے خبر | کہ پھر میں نہ ایدھر کی ہوں نے اُدھر

یہہ سُن کر جواب اُسکا فیروز شاہ | چلا چُپ سے اپنے جہاں تھا وُہ ماہ

سرِ چاہ پر جب وُہ پہنچا شفیق | کہا اُن کو تھے وے جو اُس کے رفیق

کہ یہ سنگ اُکھڑے یہاں سے ہلے / کسی طرح چھاتی سے پتھر ٹلے

کھڑے تھے جو دو دیو واں جوں پہاڑ / اُنھوں نے دیا اپنے سینے کو گاڑ

وہ پتھر جو تھا کوہ سا سنگِ راہ / دیا پھینک واں سے اُسے مثلِ کاہ

وہ بادل سا اک ٹکڑا جو اُس چاہ سے / تو ایک نور چمکا شبِ ماہ سے

اندھیرے سے اُس چاہ کے اُس کا تن / نظر یوں پڑا جیسے کالے کا من

وہ من ڈالے اُس میں پڑا تھا جو واں / کہا اُس پر پرزاد نے سب کو ہاں

نکالو امانت اسے اِس نمط / کہ لیتے ہیں بوشک سے جس نمط

تمھیں احتیاط اِس کی اب ہی ضرور / سمجھیو اسے اپنی پتلی کا نور

## داستان کوئے سے نکلنے میں بے نظیر کے

قدح بھر کے لا ساقیِ باتمیز / کوئے سے نکلتا ہی یوسف عزیز

گئے دن خزاں کے اور آئی بہار / مئے لعل گوں نے دکھا لالہ زار

گلابی جھمکتی دلا دے مجھے / سماں کوئی ایسا دکھا دے مجھے

کہ وہ ماہِ نخشب کوئے سے نکل / منازل کو اپنی پھرے بر محل

کوئی دیو تھا واں سکندر نژاد / کوئے میں اُتر کر بحسبِ مراد

الگ یوں لے آیا کوئے سے نکال / کہ فوارہ جوں آب کو دے اچھال

لے آیا وہ جوں خضر سوغات سے / نکال آبِ حیواں کو ظلمات سے

ہوئے مست اُس نار بو سے وُہ گُل | کہ نکلا وُہ سُنبل سے مانندِ گُل
اندھیرے سے نکلا وُہ روشن بیاں | کہ حرفوں سے جوں ہووئیں معنے عیاں
وُہ جیتا تو نکلا ولے اِس طرح | کہ بیمار ہو نزع میں جس طرح
زبس اوپر آنکلا تھا اُس کو غم | کبھی تو کہ بھرتا تھا اوپر کا دم
جمی ناک تن پر بہ رنگِ زمیں | گرا جیسے نکلے ہی پڑنا کہیں
نہ آنکھوں میں طاقت نہ تن میں تواں | کہ جوں خشک ہو نرگسِ بوستاں
وُہ تن سُرخ جو تھا سو پیلا ہوا | وُہ جوڑا جو تھا سبز نیلا ہوا
وُہ سر میں جو تھے اُس کے سُنبل سے بال | ہوئے لاغری سے بدن کے وبال
فقط پوست باقی تھے یا اُستخواں | نہ تھا خون کا رنگ بھی درمیاں
بدن سے رگوں کی تھی اِس ڈھب نمود | کہ اُلجھا ہو جوں ریسمانِ کبود
بدن خشک و زرد اِسطرح تھا وُہ گُل | خزاں دیدہ ہو جس طرح برگِ گُل
وُہ ناخن جو تھے اُس کے مثلِ ہلال | سو وُہ ہو گئے بڑھکے بدرِ کمال
یہہ دیکھا جو احوال اُس کا تباہ | تو روتا ہوا جلد فیروز شاہ
بٹھا تخت پر اپنے اُس کو وہاں | لے آیا وُہ بیٹھی تھی جوگن جہاں
رکھا تخت ایک جا پر اُس کا چھپا | کہا پھر یہہ جاکر کہ نجمُ اتیا
چل اب تو کہ میں اُس کو لایا یہاں | یہہ سُنتے ہی گھبرا کے بولی کہاں

[..]ی تھی ازبس وہ اُس ناؤ کی | نہ سر کی رہی سُدھ نہ کچھ پانو کی
کہا چل کہاں۔ تو بتا تو مجھے | ذرا اُس کی صورت دکھا تو مجھے
کہا رہ کے چاہیو ذرا تم رہو | کہ شادی بڑی ہی کہیں غم نہو
جسے ڈھونڈھتی تھی سو یہہ ہی وہی۔ | کہا ہاے ہاں یہہ وہی ہی ہاں وہی
یہہ کہہ اور لے ہاتھ میں اُس کے ہاتھ | لے آیا وہ جوگن کو واں ساتھ ساتھ
گیا آپ اُس تخت پر بیٹھ اور | دکھایا اُسے اور کہا کر تو غور
یہہ کہہ اور اُس تخت کے پاس آ | کہا ای پریزاد تو اُٹھ ذرا
کہ اِس تخت کے گرد ایکدم پھروں | بلا اپنی میں دل کھول کر اس کی لوں
کہا اُس نے ہنس کر بھلا دیکھ تو | تو اِس بات پر میرے صدقے بھی ہو
کہا اُس نے تب اپنی جوتی دکھا | ارے دیو تو کہوں دِوانہ ہوا
غرض وہ پریزاد نیچے اُتر | کھڑا ہو گیا تخت سے ہو اُدھر
یہہ اُس تخت کے گرد پھرنے لگی | بلا اُس کی لے لیکے گرنے لگی
[..]لگ کے رونے لگی زار زار | کیا اپنے تن من کو اُس پر نثار
وہ دیکھے جو تک آنکھ اُٹھا بے نظیر | تو نجم النسا ہی یہہ دُخت وزیر
کہا تو کہاں اور کس کا یہہ جوگ | کہاں یہہ لباس اور کہاں تم یہہ لوگ
کہا تیرے غم نے دِوانہ کیا | کہ عالم سے اپنے بیگانہ کیا

بغل کھول کر دونوں آپس میں مل — وے رو دیا کیے دیر تک متصل

بیاں دونوں اپنا جو کرنے لگے — دُرِ اشک سے چشم بھرنے لگے

کہی سرگذشت اُس نے اُس دم تلک — کہ اِس طرح پہنچی ہوں تم ہم تلک

یہہ سُن بے نظیر اپنی دل سوز سے — لگا شاد ہونے اُسی روز سے

کیا ایک دن تو اُنھوں نے مقام — چلے دوسرے دن وے نزدیکِ شام

اُڑے تخت پر بیٹھ کر وہ اِدھر — کہ تھا نقشِ مطلوب اُن کا جدھر

وہ جوگن وہ فیروز شاہ اور وہ ماہ — چلے تخت پر بیٹھ اوپر کی راہ

پڑھے حرف مطلب زبس سوچ کر — تو بے کسر بیٹھے مثلث کے گھر

مربع نشیں تھی وہ بدرِ منیر — وہاں اُس کو لائی وہ دختِ وزیر

اُتارا اُنھیں لا درختوں میں تخت — دو بارا کھلے اُن درختوں کے بخت

اکیلی اُتر واں سے آئی اِدھر — لیے سوگ بیٹھی تھی وہ مہ جدھر

یکایک جو وہ آ قدم پر گری — تو چونکی وہ شہزادی اور کچھ ڈری

پھر آخر جو دیکھا تو جوگن ہی یہہ — بھرے درد و غم کی بروگن ہی یہہ

کہا اے نجم النسا تو ہی جاں — اری تیرے صدقے مری مہرباں

ہمیں تیرے ملنے کی کب آس تھی — کہ جینے سے اپنے ہمیں یاس تھی

بہت اُس نے چاہا کہ رووے کھڑی — کھڑی ہونے ہوتے وونہیں گر پڑی

کہا یار غم سے افاقت نہیں ۔ اری کیا کروں مجھہ میں طاقت نہیں
بلائیں لگی لینے نجم النسا ۔ لگی گرد پھرنے برنگِ صبا
اُسے شاہزادے کا تھا حال یاد ۔ جو دیکھا تو یہاں اُسّے کچھہ ہی زیاد
نہ گھر کی وہ رونق نہ اُس کا وہ حال ۔ گلوں سے لگا دل تلک پائمال
پڑے سارے بیداشت دیوار و در ۔ محل کو جو دیکھا تو ٹوٹا سا گھر
خواصیں جو تھیں پاس وے نازنیں ۔ سو میلی کچیلی کہیں کی کہیں
نہ چوٹی گندھی اور نہ کنگھی درست ۔ جو چالاک تھی بن گئی وہ بھی سست
ہر ایک اپنے عالم میں دیکھو تو دنگ ۔ اُڑا رنگ چہرے کا مثلِ پتنگ
نہ آپس کی چہلیں نہ وہ چہچہے ۔ نہ گانا بجانا نہ وہ قہقہے
غم آلودہ ہر ایک زار و نزار ۔ نہ آرام جی کو نہ دل کو قرار
جو بیٹھیں تو رونا جو اُٹھیں تو غم ۔ غرض بیٹھتے اُٹھتے اُن پر ستم
چمن سارے ویران سے ہیں پڑے ۔ شجر گل کے ایک جھاڑ سے ہیں کھڑے
وہ خود ہی تو حیران و بیمار سی ۔ کہ جوں زرد شیشے کی ہو آرسی
نہ تاب و تواں اور نہ ہوش و حواس ۔ ضعیف و نحیف و پریشاں اُداس
یہ دیکھہ اُس کا احوال نجم النسا ۔ جلی شمع کی طرح آنسو بہا
ولیکن محل میں پڑی جب یہ دھوم ۔ کیا مثلِ پروانہ اُس پر ہجوم

سنی ایک سے ایک نے یہہ خبر — مبارک سلامت ہوئی یک دگر
کوئی غنچے کی طرح کھلنے لگی — کوئی دوڑ کر اُس سے ملنے لگی
تکے کوئی صدقے کے لانے لگے — کوئی سر سے روتی چھوانے لگی
کوئی آئی باہر سے گھر سے کوئی — اُدھر سے کوئی اور اِدھر سے کوئی
حقیقت لگی پوچھنے آ کوئی — لگی کرنے آپس میں چرچا کوئی
ہوا سر پر اُس کے زبس ازدحام — لگی کرنے گھبرا کے سب کو سلام
کہا بس بیکل کہونگی میں حال — کہ اب راہ کی ماندگی ہی کمال
وہ انبوہ جب کچھ ہوا بر طرف — تو پھر دیکھ نجم النسا ہر طرف
کہا شاہزادی تو آتی نہیں — ادھر اپنی تشریف لاتی نہیں
چلو چلکے آرام ٹک کیجیے — کچھ ایک تمسے کہنا ہے سن لیجیے
گئی جب کہ خلوت میں بدر منیر — کہا میں لے آئی ترا بے نظیر
تعجب سے پوچھا کہ سچ مچ ہی یہہ — دیا چھیڑنے کو مرے کچھ ہی یہہ
کہا مجھکو سوگند اِس جان کی — غلط کہنے والی میں قربان کی
نشاط و خوشی کی خبر یک بیک — نہیں منہہ پہ کہہ سکتے بیدھڑک
کہا کیونکہ لائی کہا اس طرح — وہ سب کہہ دیا حال تھا جس طرح
کہا پھر وے دونوں کہاں ہیں کہا — درختوں میں اُن کو رکھا ہے چھپا
ترا قیدی جاکر چھڑا لائی ہوں — پر ایک اور بندھوا اُڑا لائی ہوں

عجب وقت میں میں ہوئی تھی جدا | کہ دلبر کو تیرے دلایا بلا
مگر ایک یہہ آپڑی بے بسی | کہ میں تیری خاطر بلا میں پھنسی
سو اب ایک کو تو لے آتی ہوں میں | ہوا دوسرے کو بتاتی ہوں میں
یہہ سن شاہزادی ہنسی کہاں کہا | کہا کہوں اڑاتی ہی نجم النسا
اری ایک ہی تو بڑی قہر ہی | کہیں تو ہی امرت کہیں زہر ہی
چل اب جو چلے بس زیادہ نکر | شتابی انہیں جاکے لے آ ادھر
کہا پھر پریزاد کے روبرو | بغیر از کسی کے کہے ہوگئی تو
کہا وہ تو ایسا دِوانا نہیں | وہ اس بات کو کہا کہیگا نہیں
اگر دل میں کچھہ تیرے وسواس ہی | نہیں دور وہ بھی ترے پاس ہی
ذرا پوچھہ لیجو تو اس بات کو | کہ وہ روبرو اس کے ہو یا نہو
یہہ سنکر شتابی گئی وہ نگار | لیا جاکے آہستہ اُن کو پکار
چھپائے ہوئے لا بٹھایا وہاں | وہ خلوت کا جو تھا قدیمی مکاں
اُس سے یہہ پوچھا کہ ای بے نظیر | کوئی تو چلی آوے بدر منیر
کہا خیر ہی تجھہ کو رشک چمن | چھپے ہی کہیں بھائی سے بھی بہن
مرا جان و مال اُس پہ قربان ہی | کہ اُس کے سبب سے مری جان ہی
مرا یہہ تو ہمدم ہی دن رات کا | مجھے اس سے پروا ہی کس بات کا

## داستان بے نظیر و بدرِ منیر کے ملنے اور اُسکے باپ کو بیاہ کا رُقعہ لکھنے میں

مرے مُنہہ سے ساقی ملادے شتاب — کہ ملتے ہیں باہم مہ و آفتاب

یہہ سُن سُنکے باتیں وُہ پردہ نشیں — چلی آئی ایک ناز سے نازنیں

حیا سے پھر آکر جو بیٹھی وُہ پاس — پھر آئے گویا اُس کے ہوش و حواس

نظر سے نظر جو ملی ایکبار — کئے چشم کے لعل و گوہر نثار

اُدھر اشکِ خونیں اِدھر چشم نم — اُسے اِس کا غم اور اِسے اُس کا غم

نہ وہ رنگ اُس کا نہ وہ اُس کا حال — تن زرد زرد اور رُخ لال لال

بہم دو خزاں دیدہ گلزار سے — ملے جیسے بیمار بیمار سے

عجب صحبت آپس میں اُس دم ہوئی — کہ ایسی بھی صحبت بہت کم ہوئی

وُہ نجم النسا اور فیروز شاہ — حیا سے کئے اپنی نیچی نگاہ

سرشکِ محبت بہانے لگے — اِس احوال پر حیف کھانے لگے

اور ایک طرف کو شاہزادہ بدحال — لگا رونے وُہ مُنہہ پہ دھر کر رومال

وُہ مجروح دل تھی جو بدرِ منیر — لگی کھینچنے اپنی آہوں کے تیر

چھپا مُنہہ کو اُس طرف سے نازنیں — لگی کرنے تر دامن و آستیں

پڑی غم کی باتیں جو آ درمیاں — یہہ روئے کہ لگ لگ گئیں ہچکیاں

غرض دیر تک ملکے روتے رہے — جُدائی کے داغوں کو دھوتے رہے

رخِ زرد پر اشکِ گلگوں بہا — بہار و خزاں کو کیا ایک جا

کلیجوں پہ جو داغ تھے بے شمار — سو آنکھوں نے اُن کی دکھائی بہار

پھر آخر کو نجم النسا وہ شریر — لگی کہنے سنتی ہی بدرِ منیر

کیا چاہتی ہی تو اب قہر کیا — زیادہ نہ بس اپنی اُلفت جتا

مگر تیری خاطر یہہ رویا ہی کم — کہ تو اور رو رو کے دیتی ہی غم

ذرا تن میں آنے دے اِس کے تواں — ابھی اِس کو رونے کی طاقت کہاں

یہہ مژدہ سنا لائی ہوں میں اِس لئے — کہ دیکھے سے تیرے شتابی جیئے

وہاں میں نے اِس کی نہیں کی دوا — کہ ہی خانۂ یار دار الشفا

لے آئی ہی اِس کو محبت کی دھن — جیا ہی فقط تیرے ملنے کی سُن

[illegible]ے وصال کی اپنے دارو پلا — کسی طرح اِس نیم جاں کو جلا

بس اب کچھ خوشی کی کرو گفتگو — خدا پھر نہ تم کو رُلا دے کبھو

نہیں خوشنما پاس آئے ہوئے — رہیں دو جنے منہ پھُلائے ہوئے

یہہ سن ہنس پڑے تب وے آپس میں مل — پریں جس طرح پھول گلشن میں کھل

بہم پھر تو ہونے لگے اختلاط — اُبھرنے لگے دل سے عیش و نشاط

شب آدھی گئی تب تو خاصہ منگا — تکلف سے ہر ایک کے آگے دھرا

وہیں خوانِ نعمت کے آپس میں مل — کیے نوش حسبِ تمنائے دل

پھر آخر کو دو دو جدا ہو گئے　　الگ خوابگاہوں میں جا سو گئے

اٹھائے تھے جو جو کہ رنج و ملال　　ہوئے اس مزے میں وہ خواب و خیال

الگ ہو کے لیٹے وے دو ماہ رو　　ہوئی لیٹے لیٹے عجب گفتگو

وہ گذرا ہوا یاد کر کر کے حال　　لگے رونے آنکھوں پہ دھر کر رومال

کہا شاہزادے نے احوال سب　　کوئے میں جو گذرا تھا رنج و تعب

کہ یوں میں اندھیرے میں رویا کیا　　کوئے میں تن اپنا ڈبویا کیا

نہ پہنچا کوئی میرا فریاد رس　　تڑپتا رہا دل بہ رنگِ جرس

وہ تاریک خانہ مرا گھر رہا　　سدا میری چھاتی پہ پتھر رہا

محبت نے یہ چاشنی زور دی　　کہ تن کی تئیں جیتے جی گور دی

زمیں سے نکلنے کی کب آس تھی　　فلک کے مجھے ہاتھ سے یاس تھی

عجب طرح سے زیست کرتا رہا　　تری جان سے دور مرتا رہا

خدا ہی نے تجھ سے ملایا مجھے　　اٹھا قبر سے پھر جلایا مجھے

دیا شاہزادی نے رو رو جواب　　کہ میں نے بھی اک شب یہ دیکھا تھا خواب

ترے داغ کی دل میں جو بو گئی　　میں اک رات روتی ہوئی سو گئی

تو کیا دیکھتی ہوں کہ صحرا ہے اک　　اور اس دشت ہو میں کنواں سا ہے اک

صدا واں سے آتی ہے بدرِ منیر　　ادھر آ کہ یہاں قید ہے بے نظیر

میں ہر چند چاہا کروں مجھ سے بات　　ولے کی گئی واں نہ کچھ مجھ سے بات

مری جان کو اُس طرف ڈھال گئی — اُسی دم مری آنکھ پھر کھل گئی

عجب اُس گھڑی مجھ پہ گذرا قلق — کہ دل اور جگر ہو گیا میرا شق

اُسی دن سے یہہ حال پہنچا مرا — کہ مرتی رہی نام لے لے ترا

نہ دیتا تھا گو کوئی تیری خبر — ولے تھا ترے غم سے دلکو اثر

گذرتا تھا واں تجھ پہ جو صبح و شام — وہ اندھیر تھا مجھ پہ روشن تمام

نہ کہتی تھی میں گرچہ دردِ نہان — شب و روز جلتی تھی میں شمع سان

عجب طرح سے زیست کرتی تھی میں — کہ اُس زیست کرنے سے مرتی تھی میں

اُسی غم میں رہتی تھی لیل و نہار — کہ کہو نکر ملا ویگا پروردگار

مری شکل پر رو گئے نجم النسا — گئی اِسطرح حال اپنا بنا

پھر آگے تو معلوم ہی تم کو سب — کہ ہم تم ملے پھر اُسی کے سبب

یہہ آپس میں کہہ حالِ دل رو اتھے — وہ کہنے کو سوئے تھے بس سو اُٹھے

جو ملتے ہیں بچھڑے ہوئے ایکجا — اُنھیں نیند باتوں میں آتی ہی کہا

پریزاد نجم النسا وہاں جدے — الگ خوابگاہوں میں جا سو گئے

گئی رات حرف و حکایات میں — سحر ہو گئی بات کی بات میں

لیا ماہ نے اپنے منہہ پر نقاب — اُٹھا بسترِ خواب سے آفتاب

صبوحی کو اُٹھتا ہی جیسے مدام — شرابِ شفق سے بھرے اپنا جام

لیے روز کو ساتھ آنے لگا ‏ وہ سوتوں کو شب کے جگانے لگا

ہوئی چشم واجب و مژگاں دراز ‏ سفید و سیہ میں ہوا امتیاز

گیا عقدۂ صبح اُس دم جو کھل ‏ نکل آئے ایدھر اُدھر سے وہ گل

اُٹھے جب کہ آپس میں گلفام دو ‏ گئے باری باری سے حمام دو

دوبارہ کیا اُس نے اپنا سنگار ‏ چمن میں نئے سر سے آئی بہار

وہ جوگن ہوئی تھی جو نجم النسا ‏ جمی گرد اپنے بدن سے چھڑا

نہا دھو کے نکلی عجب آن سے ‏ کہ الماس نکلے ہی جوں کان سے

نہانے سے نکلا عجب اُس کا روپ ‏ نکل آئے بدلی سے جس طرح دھوپ

دلے آگ اُس نے لگائی یہ اور ‏ کہ پوشاک کی طرح لالے کے طور

جلانے کو عاشق کے دکھلا پھبن ‏ لیا سرخ لاہی کا جوڑا پہن

تمامی کی سنجاف اُس کو لگا ‏ طلا کی طرح سے دیا جگمگا

اُسی رنگ کے ساتھ کا سب لباس ‏ تصور میں ہو سرخ جس کے قیاس

بھبھوکا سا تن اور وہ منہ کی دمک ‏ کہ جوں شعلہ آتش سے اُٹھے بھڑک

نکیلی وہ اُٹھی ہوئیں چھاتیاں ‏ پھرے اپنے جوبن میں اتراتیاں

گلے کی صفائی وہ کرتی کا چاک ‏ ترافے کی انگیا کسی ٹھیک ٹھاک

وہ کنچن سی اُس میں کچیں لال لال ‏ بھرے رنگ کے قمقمے کی مثال

ملاہٹ وہ بھٹی کی اُس سے نمود
کہ جوں سُرخ چہرے پہ خالِ کبود

کبھی تو لیئے اپنے مُنہ پر نقاب
شفق میں چھپے جوں مہ و آفتاب

بنت گیر دکھوں کرنہ اُس کے پھرے
کہ وہاں گو کھرو لہر کھا کر مُڑے

وہ پاجامۂ سبز کمخواب اور
دوپٹہ بنارس کا سورج کے طور

جواہر سجا اپنے موقع سے کُل
ترشح میں ہو جیسے نمدیدہ گُل

وہ کنگھی کچھی اور وہ ابر و کھچی
ہر ایک آئینہ میں اپنی ہر سو کھچی

کھجوری وہ چوٹی زری کا مُباف
کہ جوں دود کے بعد شعلہ ہو صاف

عُروسانہ اُس نے کیا جو لباس
تو آنے لگی خون کی اُس میں باس

بنی جب وہ اِس رنگ وہ رشکِ حور
چلی آئی فیروز شہ کے حُضور

پریزاد تو قتل ہی ہو گیا
کہے تو کوئی جان سے کھو گیا

حیا سے نہ کی بات نے کچُھ کہا
ولے جی سے قُربان اُس پر رہا

وہ بن ٹھن کے آپس میں رہنے لگے
بہم رازِ دِل اپنے کہنے لگے

خوشی سے ہوئے بسکہ سرسبز دِل
لگے سبزیاں پینے آپس میں مِل

ضیافت بہم مِلکے کھانے لگے
وہ غم کھانے اُن کے ٹھکانے لگے

چھپے عیش و عشرت وہ کرتے رہے
پہ غیروں کے چرچے سے ڈرتے رہے

اگرچہ ہر ایک وصل سے شاد تھا
ولے ہجر کا غم اُنھیں یاد تھا

یہہ ٹھہرا کے نکلے وے دو ماہ رو ‖ کہ اِس بات کو کیجیئے ایک سو
غضب ہی جو یوں ہیں دو بار ار ہیں ‖ چھپے کب تلک آشکارا رہیں
سبھی ہی یہہ تکلیف آرام کو ‖ ہے ناکامیاں ورنہ کس کام کو
نصیب اِس طرح سے جو یاری کریں ‖ عیاں کہو نہ ہم خواستگاری کریں
ہر ایک مجھ سے واقف ہیں برنا و پیر ‖ کہ ہی نام میرا شہ بے نظیر
جب آپس میں یہہ مشورے ہو گئے ‖ اِدھر اور اُدھر ملکے دے دو گئے
وہ نجم النسا اور وہ بدرِ منیر ‖ کُچھ ایک کر بہانہ وے دونوں شریر
رہے گھر میں پھر جا کے ما باپ کے ‖ کہ دیکھیں گے ہم اب قدم آپ کے
زہل بے نظیر اور فیروز شاہ ‖ کبھی شہر میں رکھ کے فوج و سپاہ
کر اسباب سب سلطنت کا درست ‖ پھر آئے اُسی جا پہ چالاک و چست
وہاں کا جو تھا شاہ انجم سپاہ ‖ جسے لوگ کہتے تھے مسعود شاہ
کیا نامہ یوں ایک اُس کو رقم ‖ کہ ای شاہِ شاہاں و ای فخر جم
فریدوں مثال و سکندر نژاد ‖ مرادِ جہان و جہاں را مراد
جہانِ شجاعت زمانِ کرم ‖ دِلِ رستم گرد حاتم ہمم
میں وارد ہوا ایک مکان سے غریب ‖ لے آئے ہیں مجھ کو مرے یہاں نصیب
نوازش سے اپنی کرم کیجیئے ‖ غلامی میں اپنی مجھے لیجیئے

ہمیشہ سے ہی راہ و رسم شہاں
کہ وابستہ یوں ہی ہی کارِ جہاں

جہاں پر ہی روشن کہ میں ناہوں
ملک زادہ ابنِ ملکِ شاہ ہوں

بیاں سب کیا ماضی و حال کا
تجمّل لکھا فوج و اموال کا

جتاکر بہت عجز اور انکسار
لکھا یہہ بھی ایک صرف آخر کی بار

کہ جو ہووے بر عکس شرعِ شریف
وہی اپنے مذہب میں اپنا حریف

اگر مانیئے خیر تو مانیئے
نہیں اب تو آیا ہمیں جانیئے

گیا یہہ جو مسعود شہ کو پیام
سُنا اور پڑھا خط کا مضموں تمام

سمجھ[illegible] اُس کا مضمون مسعود شاہ
کہ اتنی ہی فوج اور یہہ کچھ ہی سپاہ

اگر جنگ ہو تو بری جنگ ہو
پھر اس میں خدا جانے کیا رنگ ہو

اور آخر یہی ہی زمانے کی چال
کہ پیوند ہوتے ہیں باہم نہال

لکھا نامہ اُس کو وہیں در جواب
کہ عاقل کو نکتہ لگے ہی کتاب

لکھا بعدِ حمد و ثنائے خدا
پس از نعتِ احمد شہِ انبیا

کہ نامہ تمہارا جو سربستہ تھا
وہ رازِ نہاں اپنے ہاتھوں لگا

شریعت کے عالم میں مجبور ہیں
نہیں اپنے نزدیک ہم دور ہیں

اگر ہم کبھی اپنے دعوے پر آئیں
تمہارے ملک کو بخاطر نہ لائیں

ابھی گھر سے نکلے ہو لڑکوں کے طور
نہیں نیک و بد پر تمہیں اپنے غور

کسی پاس دولت یہہ رہتی نہین
سدا ناؤ کاغذ کی بہتی نہیں

ولے کیا کریں رسمِ دُنیا ہی یہہ
وگرنہ گھمنڈ آپ کا کیا ہی یہہ

زبس ہم کو ہی پاسِ شرعِ رسول
سو اِس واسطے کرتے ہاں ہم قبول

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

ایک اچھی سی تاریخ ٹھہرائے
دِیا حُکم ہم نے تمھیں آئے

گیا ایلچی لیکے نامہ اُدھر
اُڑی ہر طرف یہہ خوشی کی خبر

سُنی یہہ جو نامے کی گفت و شنید
ہوئی شاہزادے کو گویا کہ عید

کُشادہ ہوئے دِل جو تھے غم سے تنگ
اُسی دِن سے ہونے لگے راگ و رنگ

ہوئیں ہر طرف سب دِل آزاریاں
لگیں ہونے شادی کی تیاریاں

بُلا شگنیوں کو بتا سال و سن
مُقرر کیا نیک ساعت کا دِن

## داستان بے نظیر اور بدرِ مُنیر
## کے بیاہ اور اُسکے تجمّل میں

کِدھر ہے تو اے ساقیِ گُل بدن
دھری آج اُس شمع رو کی لگن

بُلا مُطربانِ خوش آواز کو
کہ آویں لئے اپنے سب ساز کو

وُہ اسباب شادی کا تیار ہو
مُکرر نہ پھر جسکی تکرار ہو

بڑی خواہشوں سے جب آیا وُہ روز
چڑھا بیاہنے وُہ مہِ شب فروز

محل سے نکل جب ہوا وہ سوار / بجے شادیانے بہم ایکبار

کروں اُس تجمل کا کیونکر بیاں / کہ باہر ہی تقریر سے وہ سماں

وہ دولھہ کے اُٹھتے ہی ایک غل پڑا / لگا دیکھنے اُٹھکے چھوٹا بڑا

کوئی دوڑ گھوڑوں کو لانے لگا / کوئی ہاتھیوں کو بٹھانے لگا

لگا کہنے کوئی ادھر آئیو / ارے رتھ شتابی مری لائیو

کسی نے کسی کو پکارا کہیں / نہ لانے پہ مہانے کے مارا کہیں

کوئی پالکی میں چلا ہو سوار / پیادوں کی رکھہ اپنے آگے قطار

غرض کثرت میں دیکھا کہ گاڑی نہیں / کوئی مانگے تانگے پہ بیٹھا کہیں

سپر اور قبضے کھڑکنے لگے / سواروں کے گھوڑے بھڑکنے لگے

تکوڑے وہ نوبت کے اور اُن کے بعد / گرجنا وہ دھونسوں کا مانند رعد

وہ شہنائیوں کی سہانی دُھنیں / جسے گوش زہرہ مفصل سُنیں

ہزاروں تمامی کے تخت رواں / اور اہلِ نشاط اُن پہ جلوہ کُناں

وہ طبلوں کا بجنا اور اُن کی صدا / وہ گانا کہ اچھا بنا لاڈلا

وہ نوشہ کا گھوڑے پہ ہونا سوار / وہ موتی کا سہرا جواہر کا ہار

ٹھہر کر وہ گھوڑے کا چلنا سنبھال / ہُما کے وہ دونوں طرف مور چھل

وہ فانوسیں آگے زمرد نگار / کہ ہو سبز مینا جنھوں پر نثار

دو رستہ جو روشن چراغاں ہوئے | پتنگے خوشی سے غزل خواں ہوئے
ہوا دِل جو روشن چراغان سے | پڑھے شعر نوری کے دیوان سے
چراغوں کے تیرپولیئے جا بجا | اور ان میں وُہ بازاریوں کی صدا
کوئی پان بیچے کھلونے کوئی | کوئی دال موٹھ اور سماونے کوئی
تماشائیوں کا جدا ایک ہجُوم | پتنگے گریں جوں چراغاں پہ جھوم
کڑکنا وُہ نوبت کا باجوں کے ساتھ | گرجنا وُہ باجوں کا ڈنکوں کے ساتھ
براتی اِدھر اور اُدھر جوق جوق | وُہ آوازِ سُرنا اور آوازِ بوق
وُہ کالے پیادے اور اُن کی نفیر | کہ تا چرخ پہُنچے صدا دِل کو چیر
وُہ آرایش اور گُل کئی رنگ کے | وُہ ہاتھی کہ دو دیو تھے جنگ کے
وُہ ابرک کے گنبد وُہ مینے کے جھاڑ | کہے تو کہ نکلے کہ او جھاں پہاڑ
دو رستہ برابر برابر وُہ تخت | کِسی پر کنول اور کِسی پر درخت
وُہ رنگیں کنول اور وُہ شمع و چراغ | کھُلے جس طرح لالۂ نور باغ
جہاں تک نظر آوے اُن کی قطار | طِلسمات کی سی ہوا پر بہار
اناروں کا دغنا چھچھونے کا زور | سِتاروں کا چھُٹنا پٹاخوں کا شور
وُہ مہتاب کا چھوٹنا بار بار | کہ ہر رنگ کی جیسے دونی بہار
دھُواں چھپ گیا نور میں نور ہو | سیاہی اُڑی شب کی کافور ہو

سراسر وہ مشعل کے ہر طرف جھاڑ
کہ جوں نور کے مشتعل ہوں پہاڑ

زری پوش سرسبز سب یکدگر
پھریں برق کی طرح ایدھر اُدھر

کبھی تو کہ نزدیک اور دور سے
زمین و زماں بھر گیا نور سے

جب آئی وہ دلہن کے گھر پر برات
کہوں واں کے عالم کی کیا تجھ سے بات

ہوا واں کی صحبت کی رشک بہشت
دھرے لخلخے گرد عنبر سرشت

کھڑے بادلوں کے وہ خیمے بلند
کریں عالم نور جس کو پسند

عجب مسند ایک جگمگی اور فرش
تمامی کے عالم کا چوکور فرش

[illegible] دھرے شمعدان بے شمار
چڑھیں موم کی بتیاں چار چار

نئے رنگ کے اور نئے طور کے
دھرے ہر طرف جھاڑ بلور کے

تماشائیوں کی یہ کثرت کہ بس
ملے ایک سے ایک سب پیش و پس

دو زانو زری پوش بیٹھے تمام
شراب خوشی کے کیئے نوش جام

وہ دولھا کا مسند پہ جا بیٹھنا
برابر رفیقوں کا آ بیٹھنا

طوائف کا اٹھنا ایک انداز سے
دکھائی وہ آ صورتیں ناز سے

کروں راگ اور ناچ کا کیا بیاں
قدیمی کسی وقت کا سا سماں

وہ ارباب عشرت کا آپس میں مل
جمانا کھڑے راگ کا دیکھے دل

وہ انجمن کی لہریں ادھر اور ادھر
لیے سُر طنبوروں کے بایکدگر

اور اُس صف سے ایک چھوکری کا نکل — جتانا ہُنر اپنا پہلے پہل

اُلٹا دو پٹے کا دے دیکے تال — وہ بوٹا سا قد اور وہ گھنگرو کی چال

کبھی پیر ہو میں دکھانی ادا — کہ جوں لوٹ کر ہوئے بجلی ہوا

کبھی گت سُری ناچنا ذوق سے — کہ تیورا کے عاشق گرے شوق سے

اِدھر کی تو یہ گت اور اُس کا سبھاؤ — اُدھر اوت میں نایکے کا بناؤ

کھڑی ہو کے دو گھونگھٹ چھتے کے لے — چبا پان اور رنگ ہونٹھوں پہ دے

انگوٹھے کی لے سامنے آرسی — وہ صورت کو دیکھ اپنی گلنار سی

اُلٹ آستین اور مُہریکے چاک — گئے سر سے انگیا کو کر ٹھیک ٹھاک

بنا کنگھی اور کر کے ابرو دُرست — جھٹک دامن اور ہو کے چالاک و چست

دو پٹے کو سر پر اُلٹ اور سنبھال — یکا یک وہ صف چیر آنا نکل

پکڑ کان اور گھونگھروؤں کو اُٹھا — پہن پانوں میں اور سر سے چھوا

اِدھر اور اُدھر رکھ کے کاندھے پہ ہاتھ — چلے ناچتے آنا سنگت کے ساتھ

فتح چند کے ہاتھ کی مورت ایک — لجاتی ہوئی چاند سی صورت ایک

کبھی ناچنا اور گانا کبھی — رجھانا کبھی اور بتانا کبھی

خوش آوازیاں اور گانا خیال — دکھانا ہر اک دم میں اپنا کمال

وہ شادی کی مجلس وہ گانے کا رنگ — وہ جی کی خوشی اور وہ دل کی ترنگ

وہ پھولوں کے گہنے کناری کے ہار
وہ بیٹھی ہوئی رنڈیوں کی قطار

وہ ہیروں کے پتے پڑے ہر طرف
غم دل جسے دیکھ ہو برطرف

ادھر کا تو یہ رنگ تھا اور یہ راگ
محل میں ادھر گوریاں اور سہاگ

وہ گھر میں بنی شادی مبارک کے ڈھول
وہ ٹونے سلونے وہ میٹھی سی بول

اترنے کی وہاں سمدھنوں کی پھبن
کھلیں پھول جیسے چمن در چمن

گالوں میں پہنانا وہ ہنس ہنس کے ہار
تماشے وہ پھولوں کی چھڑیوں کی مار

دکھانا وہ بن بن کے اپنا بناؤ
وہ آپس کی رسمیں وہ آپس کی چاؤ

تھا فے ہنسی شور و غل تالیاں
سہانی سہانی نئی گالیاں

غرض کیا کہوں تاب مجھ میں نہیں
نہ دیکھا ہوگا عالم کوئی یہ کہیں

داستان بے نظیر کی بدرمنیر کو اپنے وطن لیجانے اور
ماباپ سے ملاقات کرنے اور کتاب کی تمامی میں

چھکا ہوں نشے میں بہت ساقیا
مجھے بدلے اب مے کے شربت پلا

کبھی پھر نہ ایسا ہو جو یار ہوں
کہ پھر میں گلے کا ترے ہار ہوں

ہوا جب نکاح اور بٹے ہار پان
پلا سب کو شربت دیے پاندان

اٹھا پھر تو نوشہ وہ بعد از نکاح
محل میں بلانے کی ٹھہری صلاح

چلا یوں وہ دولہا دلہن کی طرف
پھرے جیسے بلبل چمن کی طرف

وہاں تک پہنچتے ہوئے کیا کہوں
ہوئے تو کئی لاکھ پھر شگوں

ہوا لیکن اُس وقت دو گنا مزا | کہ دولھا دُلھن جب ہوئے ایکجا

عُروسی وُہ گہنا وُہ سوہا لباس | وُہ مہندی سُہانی وُہ پھولوں کی باس

ملا سُرخ جوڑے پہ عطر سُہاگ | کُھلے ملکے آپس میں دونوں کے بھاگ

دِکھا مُصحف اور آرسی کو نِکال | دھرا بیچ میں سر پہ آنچل کو ڈال

نہ تھا وصل اِس طرح کا دھیان میں | خُدا نے کیا آن کی آن میں

عجب قُدرتِ حق نمُایاں ہوئی | جسے آرسی دیکھ حیراں ہوئی

وُہ جاونکا ہونا وُہ شادی کی دھوم | وُہ آپس میں دولھ دُلھن کی رُسوم

کسی نے پسائی سرونج آن کر | کوئی گالی ہی دے گئی جان کر

گئی کوئی واں گال سے کُچھ لگا | گئی کوئی دُلھن کی جوتی چھوا

وُہ شیریں جو بیٹھی تھی شیریں بنی | نبات اُس کی چُتنی بنے کو بنی

چُنائی نبات اُس کو اِس گھات سے | کہ ڈھکا دیا ہر گھڑی بات سے

زِبس دِل تو تھا اُس کا ہر جا پہ بند | سبھی جاہے اُس نے چُنی کر پسند

اُٹھائی ڈلی اُس کی آنکھوں سے یوں | کریں نوش بادامِ شیریں کو جوں

ڈلی وُہ جو ہونٹھوں کی تھی لب بلی | وُہ مِصری کے مُنہہ سے اُٹھا لی ڈلی

کمر سے اُٹھائی ڈلی اِس طرح | کہاں ہوں نہیں کی نہیں جس طرح

ذرا پانو پر کی اُٹھانے اڑا | نہیں اور ہاں کا عجب غُل پڑا

یہہ ظاہر کی تکرار تھی بار بار
وگرنہ دل اُس پانوں پر تھا نثار

عجب طرح کی رنگ رلیاں ہوئیں
کہ باتیں وُہ مصری کی ڈلیاں ہوئیں

وُہ سب ہو چکی جبکہ رسم و رسوم
سواری کی ہونے لگی پھر تو دھوم

سحر کا وُہ ہونا وُہ تڑکے کا وقت
وُہ دُلہن کی رُخصت وُہ رونے کا وقت

کھڑے سب کا لاچار مُنہہ دیکھنا
کہ یارب یہہ کیا ہی جہاں پیکھنا

وُہ دُلہن کا رو رو کے ہونا جُدا
وُہ ماباپ کا اور رونا جُدا

نکلتے وُہ جانا محال سے جہیز
کہ جوں چشم سے اشک ہو موج خیز

یہاں موت ہی اہلِ عرفان کو
کہ جانا ہی ایکدن یونہیں جان کو

وے جو دردمندی سے ہیں آشنا
وے شادیکا لیتے ہیں غم سے مزا

وُہ دولہہ کا دُلہن کو گودی اُٹھا
بٹھانا محافے میں آخر کو لا

چلے لیکے چوڈول جس دم کہار
کیا دو طرف سے زر اُسپر نثار

کھڑے تھے جو واں چشم کو تر کئیے
سو موتی اُنھوں نے نچھاور کئیے

اِدھر اور اُدھر اپنے سہرے کو چیر
وُہ ایک چاند سا مُنہہ دکھا بے نظیر

سوار اپنے گھوڑے پہ ہو کر شتاب
کہ جوں صبح ہووے بلند آفتاب

دکھاتا ہوا حشمت و عظم و شان
لئیے ساتھہ ساتھہ اپنے نوبت نشان

وُہ پیچھے تو چوڈول میں رشکِ ماہ
اور آگے وُہ خورشیدِ عالم پناہ

پھرا گھر کو اپنے قدم با قدم ‏ ‏ ‏ سواری لگا گھر میں اُترا صنم

غرض اِس طرح جب وہ دُلہن بیاہ ‏ ‏ ‏ لے آیا جہاں اُس کی تھی عیش گاہ

ہوئی وہ جو ہونی تھی رسم و رسوم ‏ ‏ ‏ کہ ظاہر میں تھی یہ بھی درکار دھوم

اُٹھایا اُسی دھوم میں لگتے ہاتھ ‏ ‏ ‏ پریزاد کا بیاہ پتوتھوں کے ساتھ

وہ نجم النسا تھی جو دُختِ وزیر ‏ ‏ ‏ گیا اُس کے والد کنے بے نظیر

کہا باپ کو اُس کے اے خیر خواہ ‏ ‏ ‏ مرا بھائی ہے ایک فیروز شاہ

سو میں تجھ سے رکھتا ہوں ایک اِلتجا ‏ ‏ ‏ کہ تو اُس کو فرزندی میں اپنی لا

غرض ہر طرح کر رضامند اُسے ‏ ‏ ‏ کیا جال میں اپنے پابند اُسے

پریزاد تھا وہ جو فیروز شاہ ‏ ‏ ‏ دیا اُس کو نجم النسا سے بیاہ

اُسی دھوم سے اور اُسی فوج سے ‏ ‏ ‏ اُسی شان سے اور اُسی اوج سے

وہی سب تجمل وہی سب رسوم ‏ ‏ ‏ ہوئی تھی جو کچھ بیاہ میں اُس کے دھوم

دقیقہ نہ چھوڑا کسی بات میں ‏ ‏ ‏ برابر رکھی جہاں دن رات میں

اُسی طرح اُس کو بیاہا غرض ‏ ‏ ‏ جو کچھ قول تھا سو نبھایا غرض

خدا راست لایا انھوں کے جو کام ‏ ‏ ‏ بر آئے دِلوں کے مطالب تمام

ہوئیں مُتّصل یہ جو دو شادیاں ‏ ‏ ‏ بسیں ایکجا چار آبادیاں

پھرے دن تو اپنے وطن کو پھرے ‏ ‏ ‏ وہ آشفتہ بُلبُل چمن کو پھرے

خوشی سے لیئے حرمت و جان و مال | چلے شہر کو اپنے وے حال حال
وہ نجم النسا اور وہ فیروز شاہ | فلک پر سے ہو مثل خورشید و ماہ
رضا اُن سے لیکر اُسی آن میں | گئے شاد و خرم پرستان میں
یہہ اقرار چاہتے ہوئے کر گئے | کہ گو تم اُدھر اور ہم ایدھر گئے
تم اس غم سے مت ہوجیو سینہ ریش | کہ ہم تم سے ملتے رہینگے ہمیش
تسلی وے دے کے اُدھر کو چلے | یہے ایدھر لیئے اپنا لشکر چلے

داستان بے نظیر کی بدر منیر کو اپنے وطن لیجانے اور
ماباپ سے ملاقات کرنے اور کتاب کی تمامی میں

پلا ساقیا آخری ایک جام | کہ ہوتی ہے بس یہہ کہانی تمام
وے نزدیک پہنچے جب اُس شہر کے | کیا پاس خیمہ ایک شہر کے
کیا جب کہ خلقت نے تفتیش حال | اور آنکھوں سے دیکھا وہ بدر کمال
پڑا شہر میں یک بیک پھر یہہ غل | کہ غائب ہوا تھا سو آیا وہ گل
خبر یہہ ہوئی جب کہ ماباپ کو | کیا گم اُنھوں نے وونہیں آپ کو
زبس دل تو تھا یاس ہی سے بھرا | یہہ سن ہاتھ اور پاؤں گئے تھر تھرا
لگے رونے آپس میں زار و نزار | کہا اے ہمکو نہیں اعتبار
ملا دینگے ہم سے ہمارا حبیب | یہہ دشمن نہیں اپنے ایسے نصیب
یہہ ہوگا کوئی دشمن ملک و مال | سو میں آپ ہی ہوں گرفتار حال

کوئی اُس کا وارث تو آخر نہین — وہیں لیکے جاوے یہہ جھگڑا کہیں

کہا سب نے صاحب چلو تو سہی — یہہ بیٹا تمھارا وہی ہی وہی

مکرر سُنا جب کہ بیٹے کا ناؤں — چلا پھر تو روتا ہوا ننگے پاؤں

وُہ آتا تھا جیسے کہ بیٹا اِدھر — پڑی باپ پر جو یکایک نظر

جو ہیں اپنے کعبے کو دیکھا رواں — چلا سر کے (بل) بے نظیرِ جہاں

گِرا پاؤں پر کہکے یہہ باپ کے — خدا نے دِکھائے قدم آپ کے

سُنی یہہ صدا جونہیں اُس ماہ کی — تو اُس غم رسیدہ نے ایک آہ کی

اُٹھا سر قدم پر سے چھاتی لگا — لِپٹ کے گھڑی دو تلک خوب سا

یہہ رویا یہہ رویا کہ غش کر چلا — کہے تو کہ آنسو کا لشکر چلا

ملے پھر تو آپس میں وے خوب سے — کہ یوسف مِلا جیسے یعقوب سے

وہ گُل گُل شگفتہ ہوا گُل کی طرح — یہہ گُل کی طرح اور بُلبُل کی طرح

ہوئے شاد و خُرّم صغیر و کبیر — مِلے لیکے نذریں امیر و وزیر

مچی عیش سے سب کو مستی ہوئی — نئے سر سے آباد بستی ہوئی

بڑی دھوم سے اور بڑی آن سے — بجاتے ہوئے نوبتیں شان سے

وُہ بھولا جو تھا ہجر کے داغ میں — ہوئے جاکے داخل اُسی باغ میں

زنانی سواری اُتروا کے ساتھ — پکڑ اُس گُلِ نو شگفتہ کا ہاتھ

در آمد ہوا گھر میں سرو رواں | لئے ساتھ اپنے وہ غنچہ دہاں

کہ اتنے میں آگے نظر جو پڑی | تو دیکھا کہ ماں راہ میں ہے کھڑی

بہی چشم سے آنسوؤں کی قطار | گرا ماں کے پاؤں پہ بے اختیار

وہ ماں سب بیٹے کے لگ کر گلے | یہہ روئی کہ آنسو کے نالے چلے

بہو اور بیٹے کو چھاتی لگا | وے دونوں کے دو ہاتھ باہم ملا

ہوئی جان اور جی سے ان پر نثار | پیا پانی ان دونوں پر وار

جگر پر جو تھے درد اور غم کے داغ | چھٹے وصال سے ہجر کے وے چراغ

سب آپس میں رہنے لگے مل ملا | پھر آئے چمن میں وہ گل کھل کھلا

وہ آنکھیں جو اندھی تھیں روشن ہوئیں | زمینیں جو تھیں خشک گلشن ہوئیں

نرس باپ ماں کو تھی سہرے کی چاہ | دوبارہ انھوں نے کیا اس کا بیاہ

لکھوں میں گر اس بیاہ کی دھوم دھام | تو پھر یہہ کہانی نہ ہووے تمام

بنا ان کی تقدیر کا جو بناؤ | نکالے انھوں نے یہہ سب دل کے چاؤ

وہ جیسے کہ اس باغ میں تھی خزاں | بسے آکے پھر اس میں سب گلرخاں

محل میں عجائب ہوئے چہچہے | وہ مرجھائے گل پھر ہوئے لہلہے

ہوا شہر پر فضل پروردگار | وہی شاہزادہ وہی شہریار

وہی لوگ اور وہی چرچے تمام | وہی ناز و انداز کے اپنے کام

وہی بلبلیں اور وہی بوستاں ‏— شگفتہ گل و مجمعِ دوستاں

انہوں کے جہاں میں پھرے جیسے دن ‏— ہمارے تمہارے پھریں ویسے دن

ملیں سب کے بچھڑے الٰہی تمام ‏— بحقِ محمدؐ علیہ السلام

ہوئے جیسے وے شاد ہوں شاد ہم ‏— رہیں شہر میں اپنے آباد ہم

رہے شاد نوابِ عالی جناب ‏— کہ ہے آصفُ الدّولہ جس کا خطاب

خوشی اُس کی ہے سروِ باغ مراد ‏— رہے روشن اُس کا چراغِ مراد

بحقِ حُسین و امامِ حسن ‏— رہوں شاد میں بھی غلامِ حسن

ذرا مُنصِفو داد کی ہے یہہ جا ‏— کہ دریا سُخن کا دیا ہے بہا

زبس عُمر کی اِس کہانی میں صرف ‏— تب ایسے یہ نکلے ہیں موتی سے حرف

جوانی میں جب بن گیا ہوں میں پیر ‏— تب ایسے ہوئے ہیں سُخن بے نظیر

نہیں مثنوی ہے یہہ ایک پھلجھڑی ‏— مُسلسل ہے موتی کی گویا لڑی

نئی طرز ہے اور نئی ہے زباں ‏— نہیں مثنوی ہے یہہ سحرُ البیاں

رہیگا جہاں میں مرا اِس سے نام ‏— کہ ہے یادگارِ جہاں یہہ کلام

ہر ایک بات پر دل کو میں خوں کیا ‏— تب اِس طرح رنگیں یہہ مضموں کیا

اگر واقعی غور ٹک کیجئے ‏— صِلا اِس کا کم ہے جو کچھ دیجئے

غرض جس نے اِس کو سُنا یہہ کہا ‏— حسن آفریں مرحبا مرحبا

جو مُنصف سُنینگے کہینگے سبھی
نہ ایسی ہوئی ہی نہ ہوگی کبھی

مرے ایک مُشفِق ہیں مرزا قتیل
کہ ہیں شاہراہِ سُخن کی دلیل

سُنی مثنوی جب یہہ مجھہ سے تمام
دیا اِس کی تاریخ میں اِنتظام

زبس شعر کہتے ہیں وے فارسی
ہر ایک شعر اُن کا ہی جوں آرسی

اُنھوں نے شتابی اُٹھا کر قلم
یہہ تاریخ کی فارسی میں رقم

بہ تفتیشِ تاریخِ ایں مثنوی
کہ گفتہ‌ست حسن شاعرِ دہلوی

زدم غوطہ در بحرِ فکرِ رسا
کہ آئم بکف گوہرِ مدّعا

بگوشم زہاتف رسید ایں ندا
بریں مثنوی باد ہر دل فِدا

میاں مُصحفی کو جو بھایا یہہ طور
اُنھوں نے بھی کر فِکر از راہِ غور

کہی اِس کی تاریخ یوں بر محل
یہہ بت خانۂ چین ہی بے بدل

## فہرست مثنوی میر حسن دہلوی کی

غلط نامہ

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۳ | ۱ | اِسم | اسم |
| - | ۱۴ | بہ ھابر | برھاپر |
| ۴ | ۱۰ | سنی | سُنی |
| - | ۱۴ | کہسی | کھسی |
| ۶ | ۵ | مرسئے | مرثئے |

| صحیح | غلط | سطر | صفحہ |
|---|---|---|---|
| عزّ | عِزّ | ۱۳ | ۹ |
| ہژدہ | ہزدہ | ۶ | |
| بسگاں | بسگان | ۲۱ | - |
| نہ گوہر | بہ لوہر | ۱۶ | - |
| باہر | بایر | ۱ | ۱۱ |
| پھرے | پھرے | ۳ | - |
| دریاکا | دریا کے | ۱۰ | - |
| کفُرِ اسلام | کفُرو اسلام | ۴ | ۱۲ |
| اِس | اس | ۱۵ | - |
| سُنبُل | سُنبل | ۱۰ | ۱۳ |
| زوجِ | زوجِ | ۲ | |
| نثارِ | تیارِ | ۲ | ۱۵ |
| رحیم | کریم | ۱۵ | - |
| گیسو | گیسو | ۹ | ۱۶ |
| الٰہیٰ | الٰہی | ۱۲ | - |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱۷ | ۳ | آصِف | آصَف |
| ۱۷ | ۱۱ | چِہک - بھری | چَہک - بہری |
| - | ۱۶ | طرح | طرَح |
| ۱۸ | ۵ | مِیل | مِیْل |
| - | ۶ | اونی سے | اونی سی |
| ۱۸ | ۱۱ | باڑے - کے | باڑے - کی |
| - | ۱۵ | سدا | صدا |
| - | ۱۱ | زمیں پر | زمیں میں |
| ۱۹ | ۲ | نزاد | نژاد |
| ۲۰ | ۱۶ | یہ سمجھو | نہ سمجھو |
| ۲۱ | ۳ | چِیتا | چیتا |
| - | ۹ | بھالے | بھاگے |
| - | ۱۱ | کریں | کرے |
| - | ۱۵ | یک | ایک |
| ۲۵ | ۹ | قرآن | قرآں |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۲۰ | ۵ | نجومی | نُجومی |
| - | ۹ | وے سب | سب وے |
| - | ۱۴ | سبنہس | بشناس |
| - | ۱۶ | تھیں سو پُھاں | بیٹھیں ہاں |
| - | ۱۶ | اِن کا کُھاں | اُنکا کِھاں |
| ۲۶ | ۱۳ | پاسچواں | پانچواں |
| ۲۷ | ۱۱ | منیجم | مُنتجم |
| ۲۸ | ۵ | لئے | گئے |
| ۲۹ | ۱۰ | نیا | بنا |
| ۲۹ | ۱۲ | سُکھرتی | سُگھرتی |
| [illegible] | ۳ | دھُرپد | دُھرپت |
| - | ۱۳ | راب | راگ |
| ۳۴ | ۱۲ | کھرے | کھڑے |
| - | ۱۴ | پیری | ہیری |
| ۳۵ | ۱۰ | مول سیر | مول ہنر |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۳۵ | ۱۳ | پنجم | پنجُم |
| ۳۶ | ۱۴ | اگے | آگے |
| ۳۷ | ۹ | ہیئت | ہیٔت |
| ۳۹ | ۱۵ | بدرِ مُنیر | ماہِ مُنیر |
| ۴۰ | ۱۱ | جون | جوں |
| = | ۱۴ | لے | بے |
| ۴۱ | ۱۶ | روپہری | رُپہری |
| ۴۲ | ۲ | مالکی | مالکی |
| ۴۳ | ۲ | مایہ | پایہ |
| ۴۳ | ۴ | تفاوت | تفاوُت |
| ۴۳ | ۶ | جائپں | جائیں |
| ۴۵ | ۸ | اُس | اِس |
| ۵۱ | ۷ | الم - سرا | علم - پرا |
| ۵۲ | ۲ | بک | یک |
| ۵۶ | ۴ | پھر | پِھر |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۵۶ | ۱۶ | کو | کے |
| ۵۷ | ۳ | ستاروں | ستارے |
| ۵۹ | ۱ | زے | رہے |
| ۶۰ | ۱۰ | پڑے | پرے |
| ۶۱ | ۴ | پلا | پیلا |
| ۶۲ | ۷ | حھانک | جھانک |
| ۶۳ | ۳ | مانوں | پانوں |
| - | ۴ | سراما | سراپا |
| - | ۱۱ | صرور | ضُرور |
| ۶۴ | ۱۰ | مائمال | پائمال |
| - | ۱۳ | ما | پا |
| ۶۵ | ۱۵ | مڑھیں | پڑھیں |
| ۶۶ | ۹ | تکمہ | تُکمہ |
| ۶۸ | ۳ | کوْلے | کولے |
| ۶۹ | ۷ | ہی | ہی |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۷۰ | ۶ | پھر کے | بھڑکے |
| ۷۱ | ۷ | دھر | دہر |
| ۷۳ | ۲ | پجس | جس |
| - | ۴ | بھہ | بھی |
| ۷۴ | ۸ | ھوں | جوں |
| " | ۱۲ | یعسے | یعنے |
| ۷۵ | ۷ | پہار | بہار |
| - | ۱۳ | کی | کے |
| ۷۶ | ۱۰ | کماں | کُناں |
| - | ۱۳ | بمد | بند |
| ۸۰ | ۲ | اسے | اُسے |
| - | ۴، ۱۳ | پاسر پئیے | پکڑ پینے |
| ۸۱ | ۱۵ | لگی | لگے |
| ۸۲ | ۲ | + | داستان پری کے دریافت کرنے کی |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۸۴ | ۱۵ | + | اندھیرے نے اُسکا کیا دم خفا<br>کہ جوں لے سیاہی کیسی کو دبا |
| ۸۵ | ۹ | طلمت | ظُلمت |
| ۸۶ | ۱۴ | زندگانی | زِندگانی |
| ۸۷ | ۳ | کیا | کہا |
| - | ۳ | ہے | ہی |
| ۸۸ | ۸ | کییکی | کیتکی |
| ۹۰ | ۲ | عشق | غشں |
| - | ۸ | دوبلا | دوبالا |
| ۹۱ | ۸ | حال | چال |
| - | ۱۱ | وہن | وُہیں |
| ۹۲ | ۱ | کرے | کرتے |
| ۹۴ | ۱۰ | پر | پہ |
| ۹۶ | ۱۱ | جاندنی | چاندنی |
| ۹۶ | ۱۲ | + | داستان |

| صحیح | غلط | سطر | صفحہ |
|---|---|---|---|
| چھُٹتے | چھِٹتے | ۶ | ۱۰۰ |
| نایابی | نایابی | ۹ | - |
| اُس نے | اُس ے | ۱۲ | - |
| اُنھیں | اُنھیں | ۱۵ | - |
| نزول | خو | ۱۱ | ۱۰۱ |
| سبزہ وگل گلستاں | سرد وگل ہو | ۴ | ۱۰۲ |
| وے | وُے | ۷ | ۱۰۳ |
| درختوں کو | درختوں کی | ۴ | ۱۰۵ |
| ذلیل | ذلل | ۱۱ | ۱۰۶ |
| بستر | سر | ۱۶ | ۱۰۷ |
| اپنا | اپنا | ۲ | ۱۰۸ |
| گیا | گئیے | ۲ | ۱۰۹ |
| کُل | کُل | ۴ | - |
| کہ | لہ | ۵ | ۱۱۱ |
| اُس کے | اس لے | ۱۱ | ۱۱۲ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱۱۴ | ۲ | تپ | تب |
| " | ۳ | خون | خوں |
| " | ۹ | سنبھالنا | سنبھالتا |
| ۱۱۵ | ۱۵ | اہا | کہا |
| ۱۱۶ | ۴ | ہمیشے | ہمیشہ |
| ۱۱۸ | ۱۵ | چُپ سے اپنے | چُپ سے اپنی |
| ۱۲۰ | ۱ | بوسے وہ گُل | بوسے وہ گُل |
| - | ۹ | تھے | تھا |
| - | ۱۱ | وُہ گُل | وہ گُل |
| ۱۲۱ | ۵ | اُس کے | اُس کا |
| ۱۲۲ | ۳ | پہنچی | پہنچے |
| ۱۲۲ | ۱۰ | ونہاہیں | اُنہیں |
| ۱۲۳ | ۷ | بن لئی | بن گئی |
| ۱۲۴ | ۸ | پھر | پھر |
| - | | + | یہہ سنتے ہی پہلے تو غش کر گئی |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| | | | کھے تو کہ حیرت میں آمر گئی |
| ۱۲۵ | ۱ | دلایا | دیالا |
| - | ۱۱ | بُنکر | سُنکر |
| ۱۲۵ | ۱۶ | پرواہی | پرواہی |
| ۱۲۹ | ۷ | اوْر رُخِ | اوْر رُخ |
| - | ۸ | گلزار سے | گُلزار سے |
| ۱۲۹ | ۱ | وہاں | وُہاں |
| - | ۱۱ | طِلائی | طِلاکی |
| - | ۱۴ | بِھرے | بِھریں |
| ۱۳۱ | ۱ | لی | کی |
| - | ۳ | مُرے | کرے |
| - | ۱۰ | سے | ہی |
| - | ۱۶ | ماد | یاد |
| ۱۳۲ | ۱۰ | لو | کو |
| - | ۵ | ہیش۔ بڑتا | ہی۔ بڑنا |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۱۳۳ | ۳ | فوج | فوْج |
| - | ۵ | واں | وُہی |
| ۱۳۳ | ۷ | کو | کوْ |
| ۱۳۳ | ۱۱ | + | نہ نازی یہہ کچھ زسم پیوند ہی<br>ہمیشہ سے عالم بروْمند ہے |
| ۱۳۳ | ۱۳ | لگا | کُھلا |
| ۱۳۳ | ۱۰ | اپنے دعوے - ملیا | اپنی باتی - ننگ |
| - | - | بخاطر نہ | نہ خاطر میں |
| ۱۳۴ | ۱۰ | کا | سے |
| ۱۳۵ | ۷ | رکھہ | رکھہ |
| ۱۳۵ | ۱۲ | رواں | رَواں |
| ۱۳۶ | ۳ | ان | اُن |
| ۱۳۶ | ۴ | کھاونے | کِھاونے |
| ۱۳۶ | ۵ | جون | جوْن |
| ۱۳۶ | ۹ | ساتھہ | ہاتھہ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ۱۳۷ | ۲ | سرسبز | سردار |
| ۱۳۷ | ۹ | کہیں | کریں |
| ۱۳۸ | ۳ | دِکھانی | دِکھائی |
| ۱۳۸ | ۴ | تیورا | تنبورا |
| ۱۳۸ | ۵ | نایکے | نایکا |
| ۱۳۸ | ۶ | چِبا | چبا |
| ۱۳۸ | ۸ | مُہریکے | مُہری کے |
| ۱۳۹ | ۳ | گھوڑیاں | گھوڑیاں |
| ۱۳۹ | ۴ | گھرمی | گھرے |
| ۱۳۹ | ۴ | میٹھی سی | میٹھے سے |
| ۱۳۹ | ۷ | کی | کے |
| ۱۳۹ | ۱۳ | یاز | بار |
| ۱۴۰ | ۱ | لہ | کہ |
| ۱۴۰ | ۲ | سُہانی | سُہانی |
| ۱۴۰ | ۸ | کوئی | کوئی |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
| --- | --- | --- | --- |
| ١٤٠ | ١٦ | بانو | پانوں |
| ١٤٢ | ٣ | درکارِ | درکار |
| ١٤٢ | ١٣ | بنھایا | نباہا |
| ١٤٣ | ٤ | ہُم | تُم |
| ١٤٣ | ٦ | تسّاں دُے ونکلے ادھرکونچلے | تسّاں دونہہ دیکھے اُدھر چلے |
| ١٤٣ | ٩ | ایک شہر | ایک نہر |
| ١٤٤ | ٩ | اُس | اِس |
| ١٤٤ | ١١ | اور بابُل | اور وُہ بابُل |
| ١٤٤ | ١٤ | پری | بری |
| ١٤٥ | ٥ | وے دونوں کے | اور اُن دونوں |
| ١٤٥ | ١٣ | جیسے | جیسی |
| ١٤٦ | ١٢ | نہان | نہیں |
| ١٤٧ | ٣ | میں | کو |
| - | ٧ | گوہر | گوہرِ |